زیر سرپرستی

ذات فضائل بہیہ و مکارم علیہ مجمع مجد و جلال منبع جود و نوال عالیجناب
فضیلت مآب جناب بدر لق صاحبہ ریاست عالیہ محمد آباد ملک لکھنؤ

کتاب مستطاب ہدایت مآب

تفسیر رفیع الشان و قاطع بدع الادیان مشید ارکان العرفان

مسمی بہ

انوار القرآن

مصنفہ

عالیجناب عمدۃ العلماء الاعلام رأس الجہابذۃ الکرام حجۃ الاسلام والمسلمین
ظہیر الملۃ والدین آیۃ اللہ فی العالمین جامع المعقول و المنقول
حاوی الفروع والاصول سید المجتہدین صدر المفسرین نور المشرقین
جناب آقائی مولانا و مقتدانا السید راحت حسین صاحب قبلہ مدظلہم

(رضوی گوپالپوری ادام اللہ افاداتہم)

(مالک و مدیر)

جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ رضوی خلف حضرت صدر المفسرین مدظلہم

(انجمان)

ادارۂ انوار القرآن واقع گوپال پور ڈاکخانہ آقر گنج ضلع سارن (بہار)

مطبع حسن پریس واقع گوپالپور سارن مطبعہ جناب سید محسن صاحب برگیر ابا ساق

(مالک صاحبزادہ سید حسن عسکری صاحب مرحوم)

فیس سرپرستی کم سے کم ... روپیہ سالانہ

فیس معاونی پانچ روپیہ سالانہ

فیس ممبری ہندوستان سے تین روپیہ سالانہ

نمبر ۷ | ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۷۰ھ | جلد ۱

واجب الاداء شکریہ   من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

انّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین

خدا احسان کرنیوالوں کا اجر ضایع نہیں کرتا

عالیجناب فضیلت مآب محسن قوم الحاج بھائی سید مہدی حسن صاحب رئیس اعظم کجھوا دام اقبالہم قوم کے تابندہ ستارہ حضور والا نے میرے سچے جذبات اور خدمات قومی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے وقف انوار القرآن کو اپنے فرزند اکبر جناب سید حسن عسکری صاحب عرف حسّو صاحب مرحوم و مغفور کی یادگار میں مبلغ ایک ہزار روپئے کا گرانقدر عطیہ عطا فرمانیکا وعدہ فرمایا ہے جسمیں سے مبلغ پانچسو روپئے کی رقم ماہ جمادی الثانی سنہ ۷۰ھ میں اور مبلغ ایکسو پچیس روپئے کی رقم ماہ ذیقعدہ سنہ ۷۰ھ میں عنایت فرماکر مرہون منت بے پایاں فرمایا اور مستقبل قریب میں باقیماندہ رقم ادا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے خداوند عالم حضور والا کو جمیع آفات ارضیہ و سماویہ سے محفوظ رکھے اور عمر و اقبال و دولت و حشمت میں ترقی عطا فرمائے اور صاحبزادہ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے امید ہے کہ مومنین مرحوم کی روح کو ایک ایک سورۂ فاتحہ سے ضرور یاد فرمائینگے۔ اور ساتھ ساتھ میں جناب بابو محمد صالح صاحب عرف بکاؤ میاں دام اقبالہ رئیس حسین گنج ضلع سارن کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں کیونکہ موصوف کی بھی ہمدردیاں اکثر اس حقیر کے شامل حال رہتی ہیں۔

خادم قوم سید علی الرضوی مالک و مدیر انوار القرآن۔ باقر گنج۔ سارن (بہار)

(۱) جن حضرات نے چندہ ادا کردیا ہے اونکا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اعلان کے مطابق عمل کرکے ادارہ کو کچھ آسانی پہونچائی۔ اپنے مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض حضرات کے یہاں ماہ ربیع الثانیہ کا پرچہ وی۔ پی کیا گیا لیکن اکثر حضرات نے واپس فرماکر ادارہ کو محصول کا نقصان پہونچایا باوجودیکہ پہلے اسکا اعلان کردیا گیا تھا کہ ماہ ربیع الثانیہ کا پرچہ چندہ نہ آنے پر وی۔ پی کیا جائیگا لیکن یہ رنگ دیکھکر وی۔ پی کرنا روک دیا گیا۔ بہرحال جن حضرات نے وی۔ پی وصول کرلیا ہے اونکا ہزار شکریہ اور جن حضرات نے نہیں وصول کیا ہے وہ جلد از جلد اپنا اپنا چندہ ارسال فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں یا وی۔ پی بھیجنے کی اجازت دیں (۲) جوابی مضمون کیلئے ٹکٹ یا لفافہ یا کارڈ آنا ضروری ہے (۳) اپنا نام اور پتہ صاف اور خوشخط لکھا کریں۔

جملہ خط و کتابت و ارسال زر جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ خلف حضرت صدر المفسرین مدظلہم کے نام ہونا چاہیئے۔

مالک و مدیر۔ ادارۂ انوار القرآن گوپال پور ڈاکخانہ باقر گنج۔ ضلع سارن۔ (بہار)

سے پہلے ہی ان کتابوں کی تحریف کردی۔ اور اسی طرح اولئک سے کل صحابہ بھی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ نہ تو آیتوں پر پورا ایمان لائے اور نہ اونکی پوری تصدیق کی جس کا قوی اور روشن ثبوت آیات فضائل اہلبیت ہیں جو یا تو کم کر دیئے گئے یا گھٹا بڑھا کر اونکی صورت بدل دیگئی۔ اور آیات ولایت کے معانی اور الفاظ میں تحریف کر دیگئی اور آیت مودت کی صاف صاف مخالفت اس طرح کیگئی کہ حضرت رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی اونکے پارہائے جگر مبتلائے بلا کئے گئے اور اونپر ظلم کے دروازے کھولے گئے جس کا سلسلہ ابتک باقی ہے۔

چند فائدے

(پہلا فائدہ) معانی۔ بیان۔ بدیع (معانی) اَلَّذِیۡنَ سے حَقَّ تِلَاوَتِہٖ تک میں مسند الیہ یعنی اَلَّذِیۡنَ اپنے فعل یَتۡلُوۡنَ سے پہلے ذکر کیا گیا ہے اور یہ تقدیم حصر کیلئے ہے مقصود اس سے یہ ہے کہ یہی لوگ اوسکی ویسی تلاوت کرتے ہیں جیسی چاہیئے اور تلاوت کا معنی شیعی اور سنی حدیثوں میں معلوم ہو چکا یعنی آیتوں میں غور و فکر کرنا اور اونپر پوری طرح عمل کرنا اور اونکی پوری پیروی کرنی اور اسیطرح اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ میں بھی تقدیم مسند الیہ یعنی اُولٰٓئِکَ حصر ہی کیلئے ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ یہی لوگ اوسپر ایمان رکھتے ہیں۔ اور میں اوپر عرض کر چکا کہ نہ تو اَلَّذِیۡنَ سے یہود و نصاریٰ مقصود ہو سکتے ہیں اور نہ اُولٰٓئِکَ سے کل صحابہ اور معصوم کی فرمائش اوپر بتلا چکی کہ ان دونوں لفظوں سے ائمۂ اہلبیت مقصود ہیں۔ پس اس بنا پر قوی احتمال تو یہی ہے کہ حق تلاوت سے کامل پیروی اور پورا عمل مقصود ہو اور یؤمنون سے کامل ایمان۔ اور اونکے شیعوں کا مرتبہ ان امور میں اونکے بعد ہو جیسا کہ واقع ہے۔ اور ایک ضعیف احتمال یہ بھی ہے کہ چونکہ اونکے شیعے اونہیں کے زمرے میں داخل ہیں اسلئے ان دونوں لفظوں میں وہ بھی داخل ہوں اور تفسیر میں صرف ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر تغلیباً ہو۔ اسیطرح فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ میں مسند الیہ یعنی اُولٰٓئِکَ کی تقدیم اور ہُمۡ ضمیر فصل سے اوسکی تاکید بھی حصر تغلیبی کیلئے ہے جسکا معنی یہ ہوگا کہ گویا کہ خسران پورا پورا اونہیں کیلئے ہے جو کتاب خدا کے ساتھ کفر کریں (اوسکی

بعض حصۂ قرآن کو چھوڑدینا

نہ مانیں) اور آیت ۱۰۱ اَنبَذَ فَرِیۡقٌ مِنَ الَّذِیۡنَ تا آخر کی تفسیر میں گذر چکا کہ کتاب خدا کی بعض آیتوں کو چھوڑنا کل کو چھوڑنے کے حکم میں ہے۔ اسلئے آیات ولایت ومودت وغیرہ کو چھوڑنیوالے بھی پوری کتاب خدا کو چھوڑنیوالوں کے حکم میں ہونگے۔ اور حضرت عمر نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے بیان کیا کہ بنو اسرائیل گذر گئے اب جو آیتیں سُن رہے ہو اون سے تمھارے سوا کوئی دوسرا مقصود نہیں ہے [۱] اور اُولٰٓئِکَ بتا رہا ہے کہ مَنۡ اسم موصول جمع کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس بنا پر یَکۡفُرۡ صیغہ مفرد لفظ مَنۡ کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ سے لَا ھُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ تک کے متعلق فوائد معانی بیان کو انوار القرآن جلد ۳ ص ۲۳ تا ۲ میں ملاحظہ کریں۔ [۲] حَقَّ تِلَاوَتِہٖ میں اطناب ہے۔ اسکو بڑھانے سے بظاہر اس امر کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جنلوگوں (ائمہ اہلبیتؑ) کو محبط قرآن (قرآن دیا گیا اونکے گھر میں اوتارا گیا) اسپر پورا پورا عمل کرنا اور اوسکا پورا پابند اور پیرو ہونا۔ اور اوسپر کامل ایمان رکھنا انہیں کا حق تھا اور انہیں کی اختیاری شان تھی۔ (بیان) حَقّ تلاوت اور ایمان بالقرآن کو اونلوگوں میں منحصر کردینا بعنوان مجاز ہے۔ اسلئے کہ معلوم ہے کہ بعض اولیاء کرام (جیسے حضرت سلمان مِنَّا اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وغیرہ) اور بعض علماء کرام جیسے سید بن طاوس علیہ الرحمۃ وغیرہ) معصوم تو نہ تھے لیکن دین وکتاب خدا کے کامل پیرو تھے اور اوسپر کامل ایمان رکھتے تھے۔ یا یہ کہ یہ حصر بعنوان تعریض ہے یعنی کتاب خدا کے پیرو اور اوسپر ایمان رکھنے والے یہی ہیں نہ وہ جنھوں نے اپنے آپ کو انکے مقابل میں کھڑا کیا تھا لیکن درحقیقت نہ تو وہ پیرو قرآن تھے اور نہ اوسپر ایمان رکھتے تھے۔ (بدیع) یومنون اور یکفر میں صنعت تقابل تضاد ہے۔ اور اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ سے یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ تک میں۔ اور مَنۡ یَّکۡفُرۡ سے خٰسِرُوۡنَ تک میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے کیونکہ تلاوت اور ایمان؟ کتاب خدا سے مناسبت رکھتا ہے'' اور خسران؟ کفر بالقرآن سے'' (دوسرا فائدہ) اصول دین اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰا سے خٰسِرُوۡنَ تک۔ اسمیں یتلونہ' یومنون؟ خبر کی صورت میں امر ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو بعثت رسول اللہ اور قیامت کے درمیان میں ہے جسکی ہدایت کیلئے قرآن نازل کیا گیا اوسپر لازم ہے کہ

---

[۱] درمنثور جلد ۱ ص ۱۱۱ - ۱۲

اس پر ایمان لائے اور پوری طرح سے عمل کرے۔ اور یکفر! خبر کی صورت میں نہی (منع) ہے جسکا معنی یہ ہے کہ اوس کے ساتھ کفر نہ کرنا ورنہ انجام اس کا دنیا اور آخرت دونوں جگہ گھاٹا اور نقصان ہے۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿١٢٤﴾ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿١٢٥﴾

بحث (قادیانی) قادیانی جماعت کے انوکھے نبی لکھتے ہیں کہ "یہ جو فرمایا کہ واتخذ وامن مقام ابراہیم مصلے" یہ قرآن کی آیت ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ یہ ابراہیم (مرزا جی) جو بھیجا گیا ہے تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اسکے طرز پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اسکے نمونہ پر اپنی تئیں بناؤ (آخر میں لکھتے ہیں کہ) یہ آیت اسطرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائینگے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم (مرزا غلام احمد قادیانی) پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائیگا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا (قادیانی مذہب ص۱۳۲ بحوالہ اربعین نمبر ۳ ص۳۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی) **اس کا پہلا جواب** یہ ہے کہ یہ مطالب جو لکھے ہیں کن الفاظ کے معانی ہیں **دوسرا جواب** مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ "مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعوا کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں۔ (قادیانی مذہب ص۵۹ بحوالہ حمامۃ البشریٰ ص۹۶ مصنفہ مرزا صاحب) **پھر لکھتے ہیں** "سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں... میں اسپر قائم رہونگا اوس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں (مرزا غلام احمد صاحب کا خط مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء بنام اخبار عام لاہور۔ منقول از قادیانی مذہب ص۵۸) یہ **اختلاف بیانی** پیش نظر رہے۔ اور یہ کہ دعوائے نبوت کر کے باقرار خود کافر ہوئے" **پھر لکھتے ہیں** کہ ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض (مختلف) باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق (قادیانی مذہب ص۵۸ بحوالہ ست بچن ص۳۱ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب) **پھر لکھتے ہیں** کہ جھوٹے کے کلام میں تناقض (اختلاف) ضرور ہوتا ہے (قادیانی مذہب ص۵۶ بحوالہ ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۱۲ مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب) پس مرزا صاحب اپنے اقرار سے کافر۔ پاگل۔ منافق۔ جھوٹے ہوئے اور ایسا شخص نبی ہرگز نہیں ہوسکتا ۱۲ م۔

(الفاظ کے معانی) وَ۔اور + اِذْ۔ جب۔جسوقت + اِبْتَلٰی۔ امتحان لیا + رَبُّ۔ پروردگار + ہٗ۔ اوس + بِ۔ ساتھ + کَلِمٰتٍ۔ چند باتیں + فَ۔ پس + اَتَمَّ۔ پورا کیا + ھُنَّ۔ اونکو + قَالَ۔ کہا + اِنَّ۔ البتہ۔ بیشک۔ تحقیق + یْ۔ میں + جَاعِلُ۔ بنانیوالا + کَ۔ تمکو + لِ۔ واسطے + نَاسِ۔ لوگوں + اِمَامٌ۔ پیشوا + مِنْ۔ سے + ذُرِّیَّتِیْ۔ اولاد۔ نسل + لَا۔ نہیں + یَنَالُ۔ پہونچیگا۔ لیگا + عَھْدِیْ۔ منصب۔ عہدہ + ظَالِمِیْنَ۔ ظالموں + جَعَلْنَا۔ میں نے بنایا + اَلْبَیْتَ۔ خانہ کعبہ۔ مَثَابَۃً۔ لوٹ کر آنیکی جگہ + اَمْنًا۔ پناہ + اِتَّخِذُوْا۔ لو۔ اختیار کرو۔ بناؤ + عَھِدْنَا۔ میں نے عہد لیا۔ کہہ رکھا + اِلٰی۔ طرف + اَنْ۔ یہ کہ + طَھِّرَا۔ پاک کرو۔ پاک رکھو + طَائِفِیْنَ۔ طواف کرنیوالوں + عَاکِفِیْنَ۔ اعتکاف کرنیوالوں + رُکَّعِ۔ رکوع کرنیوالوں۔ سُجُوْدِ۔ سجدہ کرنیوالوں +

(بامحاورہ ترجمہ) (اور اے بنو اسرائیل اوسوقت کو بھی یاد کرو) جب ابراہیم کو اونکے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور اوںھوں نے اون باتوں کا پورا جواب دیا تو (اونکے پروردگار نے اون سے) کہا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤنگا (تو) ابراہیم نے کہا کہ کیا میری اولاد میں سے (بھی کوئی امام ہوگا) تو خدا نے کہا کہ میرا یہ منصب ظالموں کو نہیں مل سکتا۔ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب میں نے خانہ کعبہ کو (ایام حج میں) لوگوں کے اکٹھا ہونے اور (خوف کے وقت) پناہ لینے کی جگہ قرار دی اور (حکم دیا کہ) مقام ابراہیم میں سے نماز کی جگہ قرار دو۔ اور ابراہیم اور اسماعیل سے کہدیا کہ میرے گھر (خانہ کعبہ) کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نماز پڑھنے والوں) کیلئے صاف و پاک رکھا کریں۔

(صرف) اِبْتَلٰی کی اصل اِبْتَلَوَ تھی " و " کے قبل فتحہ تھا اسلئے اوسکو الف سے بدلدیا اَتَمَّ کی اصل اَتْمَمَ تھی دو حرف یعنی میم ایک طرح کے ایک جگہ اکٹھا ہوئے پہلے کو ساکن کرکے (جزم دیکر) دوسرے سے ملا دیا۔ اَتَمَّ ہو گیا۔ اِتَّخِذُوْا کی اصل اِوْتَخِذُوْا تھی " و " اور " ت " اکٹھا جمع ہوئے " و " کو " ت " کرکے دونوں " ت "

ے مثابت کا معنی اکٹھا ہونیکی جگہ" ہے۔ اور مثوبت کا معنی ثواب۔ پس فرمان ترجمہ میں جو مثابت کا معنی ثواب کی جگہ" لکھا ہوا ہے وہ درست نہیں ہے۔ ۱۲ منہ

کو ملا دیا۔ اِتَّخِذُوْا ہو گیا۔
(نحو) اِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ تا آخر جملہ ہو کر اُذْکُرُوْا کا مفعول بہ ہے۔ جاعل دو مفعولوں
کو چاہتا ہے اوسکا پہلا مفعول کاف ہے اور دوسرا اِمَامًا اور لِلنَّاسِ کَائِنًا کا متعلق ہو کر
امام کی صفت ہے۔ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ؟ اِجْعَلْ کا متعلق ہے جو اپنے دونوں مفعول یعنی فَرِیْقًا
اور اِمَامًا کے ساتھ محذوف ہے۔ اصل اسکی یوں تھی اِجْعَلْ فَرِیْقًا مِنْ ذُرِّیَّتِیْ اِمَامًا
(میری اولاد میں سے ایک گروہ کو امام بنانا) عَھْدِیْ؟ یَنَالُ کا فاعل ہے اور
ظَالِمِیْنَ اوسکا مفعول۔ اور بعض نے ظَالِمُوْنَ پڑھا ہے اس بنا پر عَھْدِیْ مفعول
ہو گا اور ظالمون فاعل۔ وَاِذْ جَعَلْنَا میں وہی ترکیب ہے جو اِذِ ابْتَلٰی میں ذکر کیگئی۔
اور مَثَابَۃً؟ اَلْبَیْتَ کا حال ہے۔ اور اسی طرح اَمْنًا۔ لِلنَّاسِ؟ مَثَابَۃً کی صفت
ہے کَائِنَۃً کا متعلق ہو کر۔ مِنْ مَقَامِ میں مِنْ ہو سکتا ہے کہ تبعیضیہ ہو یعنی بعض
مقام ابراہیم سے۔ اور ہو سکتا ہے کہ فِیْ کے معنی میں ہو یعنی مقام ابراہیم میں۔ اور ہو سکتا
ہے کہ زائد ہو یعنی مقام ابراہیم کو مصلے بناؤ۔ مصلے؟ اِتَّخِذُوْا کا مفعول ہے۔ اَنْ
طَھِّرَا جملہ ہو کر عَھِدْنَا کا مفعول ہے۔ اور سُجُوْدِ؟ سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ اور
رُکَّعِ؟ رَاکِعٌ کی جمع۔

(قرائت) ابراہیم کو لوگوں نے پانچ[ے] طرح سے پڑھا ہے ۱ ابراہیم جو مشہور ہے ۲ ابراہام
۳ اِبْرَاھِم ۴ اِبراھُم ۵ اَبْرَھَم۔ حمزہ اور حفص نے عَھْدِیْ پڑھا ہے اور باقی قاریوں
نے عَھْدِیَ "ی" کو زبر دے کر۔

(ظاہری تفسیر) اِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّہٗ (جب ابراہیم کے پروردگار
نے اون کا امتحان لیا) یہاں پر ابتلاء سے امتحان[عہ] مجازًا مراد لیا گیا ہے اور حقیقت
میں حکم دینا مقصود ہے (کیونکہ خداوند عالم عالم الغیب ہے وہ جانتا ہے کہ کون کیا کریگا

[ے] ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف اون پانچوں یا ساتوں قرآتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہو جسکو خلیفہ
سوم نے ترتیب دلوایا تھا جو امام کے نام سے موسوم کئے گئے اور بہت سختی سے اونکی پابندی کیگئی ۱۲ ع۔

[عہ] چونکہ ابتلاء کا اصلی معنی امتحان ہے اور یہاں پر اس سے حکم دینا مراد لیا گیا ہے اسلئے چاہیے تھا کہ
طبرسی علیہ الرحمہ یوں فرماتے کہ حقیقت میں اس لفظ سے حکم دینا مقصود ہے جو اس لفظ سے مجازًا مراد لیا گیا ہے اور
اصلی معنی اسکا امتحان ہے ۱۲ ع۔

اور اس حکم کو مجازاً امتحان کہتے ہیں اوسنے ہملوگوں کی عادت اور حالت کے مطابق روشن[حاشیہ] کی ہے کیونکہ ایک تو ہم لوگ چونکہ نہیں جانتے کہ محکوم کیا کریگا اسلئے ایسے احکام امتحان کے طور پر دیا کرتے ہیں۔ پس اوسنے بندوں کے حکموں کا نام اپنے حکمونپر مجازاً استعمال کیا ہے۔ اور دوسرے اسوجہ سے کہ اوسنے اپنے بندوں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا ہے جو ایک جانچنے والا انسان کیا کرتا ہے۔ کیونکہ فعل واقع ہونے سے پہلے اوس فعل کا بدلا اوسیطرح نہیں دیتا جس طرح جانچنے والا انسان نہیں دیتا۔ اور ابتلا کی حقیقت مشکل کام کا حکم دینا ہے۔ بِكَلِمَاتٍ جن کلموں سے حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لیا گیا۔ اونکے بیان میں مفسروں میں اختلاف ہے قتادہ اور اپنی ایک حدیث میں ابن عباس نے دس چیزیں بیان کی ہیں جو پہلے واجب تھیں اور اسلام میں سنت[حاشیہ] قرار دی گئیں۔ ۱ کلی کرنا ۲ ناک میں پانی دینا ۳ مانگ نکالنا ۴ مونچھ کا بال کاٹنا ۵ داتون کرنا ۶ ختنہ کرنا ۷ پیڑو کا بال کاٹنا ۸ بغل کا بال کاٹنا ۹ ناخن کاٹنا ۱۰ پاخانہ اور پیشاب کے مقام کو پانی سے دھونا۔ اور ابن عباس کی دوسری حدیث میں تیس چیزیں لکھی ہیں دس جو سورۂ برائت کی آیت اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ میں مذکور ہیں۔ اور دس جو سورۂ احزاب کی آیت اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ میں مذکور ہیں۔ اور دس جو سورۂ مومنون کی آیت قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ میں مذکور ہیں اور ایک روایت میں دس چیزیں اور ہیں جو سورۂ سَأَلَ سَائِلٌ میں وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ

حاشیہ میں عرض کرتا ہوں کہ ان تکلفات سے بہتر یہ توجیہ ہے کہ یہ سوالات جو حضرت ابراہیم سے کئے گئے اور احکام جو اونپر جاری کئے گئے مجازاً امتحانی نہ تھے بلکہ واقعاً امتحانی تھے۔ اور امتحان تین طرح کا ہوتا ہے ایک اپنے اور دوسروں کے سمجھنے کیلئے کہ یہ شخص جانچ میں کیسا اوترا اور دوسرے صرف دوسرونکو سمجھانے اور اونپر حجت تمام کرنیکے لئے تاکہ اگر مُمْتَحَنْ کو اوسکی کامیابی کے عوض میں کوئی انعام دیا جائے تو دوسرے اعتراض نہ کر سکیں۔ تیسرے مُمْتَحَنْ کی قدر و منزلت ظاہر کرنیکے لئے۔ پس حضرت ابراہیم کا امتحان دوسری اور تیسری قسم کا تھا کیونکہ جانچنے والا خداوند عالم الغیب تھا جو جانچنے پر سمجھنے کا محتاج نہیں ہے۔ ۱۲ م

حاشیہ بعض واجب اور بعض مستحب ۱۲ م —

تک میں مذکور ہیں۔ اور ابن عباس کی تیسری حدیث میں ہے کہ وہ کلمات؟ مناسک حج تھے۔ اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ستارہ اور ماہتاب اور آفتاب اور ذبح فرزند اور خود آگ میں ڈالے جانے اور ہجرت کرنے سے امتحان لیا گیا تھا۔ اور مجاہد نے کہا ہے کہ اون ہی چیزوں سے امتحان لیا گیا تھا جو اسی آیت میں آخر قصہ تک مذکور ہیں۔ اور ابو علی جبائی نے کہا ہے کہ کل عقلی اور شرعی عبادتوں سے امتحان لیا گیا۔ (میں عرض کرتا ہوں کہ ان کلمات کی تفسیر جو ائمۂ اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہے اوسکو حدیثوں میں لکھونگا یہاں پر بغرض اختصار چھوڑتا ہوں) فَاَتَمَّهُنَّ حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اون کلمات (کا جواب) پورا کیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اون کلمات کو خدا نے پورا کیا یعنی اون کی فرمانبرداری اور امتحانی چیزوں کی سختیوں کو جھیل لینے کی وجہ سے امامت کو اون کے لئے واجب کیا (سورۂ سجدہ پ ۲۱ آیت ۲۴ میں ارشاد فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا یعنی جب اونھوں نے اطاعت کی سختیوں پر صبر کیا تو میں نے اونمیں سے بعض کو امام بنایا جو میرے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں) اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا میں تم کو پیشوا بناؤنگا پس لوگ تمھارے قول اور فعل کی پیروی کرینگے لفظ امام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں ایک یہ کہ وہ؟ پیشوا ہے جسکے قول وفعل کی پیروی کیجائے دوسرے یہ کہ امت کے امور کی تدبیر اور انتظام کرنے والا اور اونکا سیاسی حاکم اور قصورواروں کو سزا دینے والا اور افسروں کا نگراں اور حدود جاری کرنیوالا اور اون کے دشمنوں سے جنگ کرنیوالا وہی ہے۔ پس پہلی صورت کی بنا پر ہر نبی امام ہے۔ اور دوسری صورت کی بنا پر ہر نبی کا امام ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کچھ انبیاء کو قصورواروں کو سزا دینے امت کے دشمنوں سے جنگ کرنے۔ دین کے دشمنوں کو دفع اور کفار سے جہاد کرنے کا حکم نہ ہو۔ پس جب خدا نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا امتحان لیلیا اور وہ اوسمیں پورے اوترے تو اسکے بدلے میں اونکو لوگوں کا امام بنا دیا اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ اسم فاعل جب ماضی کے معنی میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا۔ اور یہاں پر لفظ جَاعِلُ نے (جو اسم فاعل ہے) اِمَامًا میں عمل کیا ہے پس ضرور

ہے کہ کہا جائے کہ امتحان کے پہلے امام نہیں بنایا تھا بلکہ یا تو امتحان میں پورے اوترنے کے بعد فوراً ہی امام بنایا یا کچھ بعد۔ اور اس امتحان کے پہلے وہ صرف نبی تھے۔ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اس بزرگ منصب پر میری ذریت میں سے بھی کچھ لوگوں کو فائز اور اس شرف سے سرفراز کرنا اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے صرف استخراج یعنی یہ دریافت کرنا مقصود تھا کہ میری نسل میں کبھی یہ شرافت ہوگی یا نہیں ـــــ لیکن اس کا سوال ہونا اولٰے ہے۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ مجاہد کہتے ہیں کہ عہد سے امامت مقصود ہے اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق صلوات اللہ وسلامہ علیہما وعلےٰ آبائہما وابنائہما نے بھی یہی فرمایا ہے اور مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے پیشوا ظالم نہیں ہوسکتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکی ایسی بعض اولاد کو جو ظالم نہ تھی امام بنانا جائز تھا۔ کیونکہ اگر کسی کو بھی امام بنانا نہ چاہتا تو یا صرف لَا (نہیں) فرماتا۔ یا فرماتا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ذُرِّيَّتَكَ یعنی تمھاری ذریت جو ظالم ہوگی اس منصب کو نہ پائے گی۔ (میں عرض کرتا ہوں کہ پہلی شق یعنی صرف لَا ؟ بہتر ہے کیونکہ نبی اولوالعزم ـ خلیل اللہ مستجاب الدعوات کے جواب میں مقید کلام یعنی وصف ظلم رکھنے والوں سے نفی کرنا صاف بتا رہا ہے کہ نفی مطلق یعنی سب کیلئے انکار؟ مقصود نہ تھا۔ درحالیکہ درایت یعنی ان کے بعد حضرت اسماعیلؑ اور اسحاقؑ سے لیکر حضرت آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اس منصب شریفہ کا اُنہی کی نسل میں باقی رکھنا اس کا بہتر اور قوی شاہد ہے میری یہ گفتگو طبرسی علیہ الرحمہ کی فرمائش کو پیش نظر رکھتے ہوئے سرسری تھی۔ ورنہ گمان غالب یہ ہے کہ الظالمین کا الف اور لام عہد ذہنی کا ہے اور ظالمین لفظ جمع ہے جسکی مقدار کم سے کم تین ہوتی ہے۔ پس الظالمین سے وہ خاص خاص چند آدمی مراد ہیں جو علم خدا میں ناقابل امامت لوگو نمیں سے صرف یہی لوگ اس منصب جلیل کے ناحق متمنی ہونیوالے تھے۔ پس اس آیت کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ منصب جلیل جو امت کے انتخاب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ صرف میرے اختیار اور قبضۂ قدرت میں ہے تمھاری نسل میں رہیگا۔ لیکن قریش کے چند ظالم جو تمھاری ہی نسل سے ہونگے اور اس کے ناحق متمنی ہونگے میری طرف سے اون تک نہ پہونچیگا اگرچہ ظالمانہ طور پر قبضہ کرلیں۔ اسکو لکھنے کے بعد میں نے تفسیر برہان

دیکھا تو اوسمیں دو حدیثیں ملیں جنکو حدیثوں میں نقل کرونگا اونکے مضمون کا خلاصہ یہی ہے
جسکو میں نے ذکر کیا۔) اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ظالمون کے لئے خدا کے نزدیک
کوئی ایسا عہد و پیمان نہیں ہے جسکے عوض میں (آخرت میں) اونکے ساتھ بھلائی کرے
اگرچہ دنیا میں اونکے عہد و پیمان کو پورا کرتا رہا ہو۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ اور
اوسوقت کو یاد کرو جبکہ میں نے بیت یعنی بیت الحرام کو جسکو کعبہ کہتے ہیں مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ
لوگوں کے ہر سال (حج کیلئے آنیکی جگہ) قرار دی۔ کعبہ کو بیت الحرام اسوجہ سے کہتے ہیں
کہ کافرونکا اوسمیں داخل ہونا حرام کیا گیا۔ اور کعبہ اسوجہ سے کہتے ہیں کہ بیت المعمور کے
مطابق اور اوسکے نیچے اور اوسیکی طرح چوکور ہے۔ اور بیت المعمور اسوجہ سے چوکور ہے کہ
عرش چوکور ہے اور عرش اسوجہ سے چوکور ہے کہ جو کلمات اسلام کی بنیاد ہیں وہ بھی چار
ہیں ۱؎ سبحان اللہ ۲؎ الحمد للہ ۳؎ لا الٰہ الا اللہ ۴؎ اللہ اکبر۔ اور
مثابت کے چند معنی ذکر کئے گئے ہیں ۱؎ یہ کہ لوگ ہر سال حج کیلئے آیا کرینگے ۲؎ یہ کہ جو
شخص بھی حج کرکے واپس ہوگا اور خیال کرتا ہوگا کہ اپنا فریضہ ادا کرچکا وہ پلٹ کر پھر آئیگا
حدیث میں ہے کہ واپسی کے وقت جو شخص پھر آنیکا ارادہ رکھیگا اوسکی عمر بڑھیگی اور
جو شخص یہ ارادہ نہ رکھیگا اوسکی عمر ختم ہوجائیگی ۳؎ یہ کہ حج کرینگے اور اس پر ثواب
پائینگے ۴؎ یہ کہ کعبہ جائے پناہ بنایا گیا ۵؎ یہ کہ کعبہ اکٹھا ہونیکی جگہ ہے۔ لیکن سب
کا حاصل یہ ہے کہ لوگ ہر سال حج کیلئے آیا کرینگے۔ وَاَمْنًا اور پناہ کی جگہ قرار دیا
گیا کہ جو شخص اوسمیں پناہ لے جبتک اوسمیں رہے اوسکے لئے کوئی خوف نہیں ہے۔ اور
عرب بھی کعبہ کی تعظیم کے لحاظ سے پناہ لینے والوں سے بولتے نہیں تھے۔ پس اوس کی
جان اور مال (دونوں) محفوظ رہتے تھے۔ اسیوجہ سے شرع میں حکم ہے کہ جو شخص قصور
کرکے کعبہ یا حرم میں پناہ لے اسکے احترام کیوجہ سے اوسپر حد جاری نہ کیجائے بلکہ کھانے
پانی میں اوسپر تنگی کیجائے تاکہ وہاں سے باہر نکل آئے۔ ہاں اگر خود کعبہ یا حرم کے
اندر قصور کرے تو چونکہ اوسکی حرمت برباد کی ہے اسلئے اوسپر وہیں حد جاری کیجاسکتی
ہے۔ اسلام سے پہلے عرب اپنے باپ کے قاتل کو بھی حرم میں دیکھتے تھے تو اوس
سے نہیں بولتے تھے۔ اور یہ حرمت حضرت اسمٰعیلؑ کے زمانہ سے نسلاً بعد نسل
حضرت سرور عالم کے زمانہ تک اوسمیں چلی آئی تھی۔ مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

ابن عباس کہتے ہیں کہ (مقامات) حج کل مقام ابراہیم ہیں۔ اور عطار نے عرفہ۔ مزدلفہ۔ جمار کو مقام ابراہیم کہا ہے اور مجاہد نے کل حرم کو۔ حسن بصری۔ قتادہ۔ سدی نے کہا ہے کہ طواف کے بعد مقام ابراہیم میں نماز پڑھنے کا حکم ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی یہی منقول ہوا ہے۔ حضرت سے پوچھا گیا کہ ایک شخص طواف واجب کے بعد مقام ابراہیم میں نماز پڑھنا بھول گیا تو فرمایا جب یاد آئے پڑھ لے اگرچہ کئی دن کے بعد یاد آئے۔ اور مقام ابراہیم جب بولا جاتا ہے تو اوس سے وہی مقام سمجھ میں آتا ہے جو مسجد الحرام میں ہے۔ یہ آیت بتا رہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نبی تھے کیونکہ جو پتھر مقام ابراہیم میں ہے خداوند عالم نے اوسکو گوندھی ہوئی مٹی کی طرح نرم بنا دیا تھا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اوسپر پاؤں رکھا تو قدم کا نشان او کھڑ گیا۔ اور یہ اونکا معجزہ تھا۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بہشت سے تین پتھر اوتارے گئے تھے (۱) مقام ابراہیم (۲) بنی اسرائیل کا پتھر (۳) حجر اسود جو بہت سفید تھا لیکن بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو گیا [١٥]

حدیثیں

(بطریق شیعہ) اِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ الخ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو اون کے بیٹے اسمٰعیل پدر عرب کے ذبح کا خواب میں (امتحانی) حکم دیا۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے اوسکو پورا کیا اور ذبح فرزند کا ارادہ کر لیا اور حکم خدا کی تعمیل کیلئے سر جھکا لیا تو خداوند عالم نے اوسکے ثواب (عوض) میں فرمایا کہ میں تمہیں امام بناؤنگا اوس کے بعد حنیفیہ (سہل اور برحق احکام) نازل فرمائے جو دس ہیں اور بدن کی طہارت (پاکی) سے تعلق رکھتے ہیں پانچ سر کے متعلق ہیں اور پانچ بدن کے متعلق۔ سر کے متعلق (۱) مونچھ کٹوانا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) سر کے بال کٹوانا (۴) داتون اور خلال کرنا ہے۔ اور بدن کے متعلق (۱) بدن کا بال کٹوانا (۲) ختنہ کرنا (۳) ناخن کٹوانا (۴) غسل جنابت

حضرت ابراہیمؑ کے امتحان کا سوال

---

[١٥] مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ ۱۲ منہ

کرنا۔ ۵ پانی سے استنجا کرنا۔ یہی احکام حنیفیہ طاہرہ ہیں جنکو حضرت ابراہیم علیہ السلام لائے تھے اور یہ نہ تو منسوخ ہوئے ہیں اور نہ قیامت تک منسوخ ہونگے۔ آیت کریمہ اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا (ابراہیمؑ کی ملت حنیفہ کی پیروی کرو) میں انہیں کو اختیار کرنیکا حکم دیا گیا ہے[۱] قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا سے اَلظّٰلِمِيْنَ تک ۱۲ بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے امام نہ تھے یہانتک کہ خداوند عالم نے فرمایا کہ تمہیں امام بناونگا اور ظالم وہ شخص ہے جسنے صنم یا وثن یا تمثال کی پوجا کی ہو؟[۲] ایسا شخص امام نہیں ہوسکتا۔ اور[۳] دوسری چار صحیح السند حدیثوں میں جو حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہیں مذکور ہے کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے اپنا بندہ بنایا اوسکے بعد رسول بنایا اوسکے بعد خلیل بنایا جب یہ کل باتیں اونمیں جمع ہوچکیں اوس وقت فرمایا اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی میں تمہیں امام بناؤنگا پس یہ مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کو بڑا دکھائی دیا اسلئے اپنی ذریت کیلئے بھی اس کی خواہش کی؟ پس حکم ہوا کہ یہ منصب ظالم تک نہیں پہونچ سکتا یعنی سفیہ (بدکار) پرہیزگاروں کا امام (پیشوا) نہیں ہوسکتا۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ سے مُصَلًّى تک ۱۲ صحیحہ صفوان بن یحییٰ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ دو رکعتیں طواف واجب کی نماز پڑھے لیکن مقام ابراہیمؑ

حضرت ابراہیم کو خلعت امامت عطا ہونا

[۲] صنم سے وہ مجسمہ مقصود ہے جو انسانی صورت پر بنایا جائے۔ اور وثن سے وہ مجسمہ مقصود ہے جو غیر انسانی صورت پر بنایا جائے۔ اور تمثال سے وہ تصویر مقصود ہے جو کسی چیز پر نقش کیجائے۔ ۱۲ م

[۳] یہاں پر یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ صرف منصب امامت کیلئے عصمت شرط ہے نبوت کیلئے شرط نہیں ہے کیونکہ اس کے قبل خدا نے یہ قید نہیں فرمائی تو جواب اسکا یہ ہے کہ جسطرح کسی بات کو ایک کیلئے ثابت کرنا دوسرے سے نفی (انکار) کو نہیں چاہتا اوسیطرح کسی بات کو ایک سے نفی کرنا بھی دوسرے کیلئے ثبوت کو نہیں چاہتا اگر حضرت ابراہیمؑ یہ آرزو منصب نبوت کیلئے ظاہر کرتے تو اوسوقت بھی یہی جواب پاتے چونکہ خواہش نہیں کی اسلئے جواب نہیں ملا۔ ۱۲ م

[۱] مجمع البیان جلد ۱ ص ۸۵ اور وسائل الشیعہ جلد ۱ کتاب الطہارت باب ۵ ص ۸ بحوالہ مجمع البیان از تفسیر علی بن ابراہیم ۱۲

کے پیچھے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى اگر ان دونوں رکعتوں کو تم نے دوسری جگہ پڑھی تو تم کو دوبارہ نماز پڑھنی لازم ہے۔ وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرَاهِيمَ سے الرُّكَّعِ السُّجُودِ تک۔

(شان نزول) اس آیت کے نازل ہونیکا سبب ابن عباس سے اور بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل اور جناب ہاجرہ کو مکہ میں لاکر رکھا اور اون دونوں بزرگوں کو یہاں رہتے ہوئے ایک مدت گذر گئی اور قبیلۂ جرہم[۱] بھی وہاں آکر بس گئے اور حضرت اسماعیل نے اوس قبیلہ کی ایک لڑکی سے نکاح کرلیا تو حضرت ابراہیم نے جناب سارہ سے حضرت اسماعیل اور جناب ہاجرہ کو دیکھ آنیکی اجازت چاہی؟ اونھوں نے اجازت تو دی لیکن اس شرط سے کہ سواری سے نہ اوتریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ مکہ پہونچے لیکن جناب ہاجرہ انتقال کرچکی تھیں۔ پس حضرت اسماعیل کے مکان کے پاس تشریف لیگئے اور اون کی بیبی سے پوچھا کہ تمھارے شوہر کہاں ہیں جواب دیا کہ وہ یہاں نہیں ہیں شکار کرنے گئے ہیں اور حضرت اسماعیل حرم سے شکار کیلئے جاتے اور (اوسیدن) واپس چلے آیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اون کی بیبی سے پوچھا کہ تمھارے پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ میری مہمانی کرو جواب دیا کہ کچھ نہیں ہے۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جب تمھارے شوہر آئیں تو اون سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اونھوں نے کہا ہے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ (زوجہ) بدل ڈالو۔ اور وہاں سے روانہ ہو گئے جب حضرت اسماعیل آئے اور باپ کی خوشبو سونگھی تو بیبی سے پوچھا کہ کیا کوئی یہاں آیا تھا۔ کہا ہاں ایک بڈھے آئے تھے اور اُن کی پہچان بتائی۔ پوچھا کیا کچھ کہہ گئے ہیں۔ کہا ہاں سلام کہا ہے۔ اور کہہ گئے ہیں کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو۔ پس حضرت اسماعیل نے اس عورت کو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرلیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے کچھ دنوں بعد حضرت اسماعیل کو دیکھنے کی اجازت جناب سارہ سے پھر چاہی۔ پس اونھوں نے اجازت دی لیکن اس شرط پر کہ اوتریں نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ آئے اور

جناب ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کا مکہ میں قیام

---

[۱] یمن کا ایک قبیلہ ہے ۱۲ م۔

حضرت اسماعیل کی ڈیوڑی پر پہونچے اور اونکی بیبی سے پوچھا کہ تمھارے شوہر کہاں ہیں جواب دیا کہ شکار کیلئے گئے ہیں اور آیا ہی چاہتے ہیں خدا آپ پر رحمت نازل کرے سواری سے اوتریں۔ پوچھا تمھارے پاس کوئی چیز ایسی ہے کہ میری مہمانی کرو۔ جواب دیا۔ ہاں۔ پس گئیں اور گوشت اور دودھ لائیں۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے اون کے لئے برکت کی دعا دی۔ اگر اوس دن وہ روٹی یا گیہوں یا جَو یا خرما لائی ہوتیں تو زمین کے زیادہ حصہ میں یہی چیزیں پیدا ہوتیں۔ عرض کیا آپ اوتریں تاکہ میں آپ کا سر دھو دوں لیکن (چونکہ بیبی سے شرط کر چکے تھے) نہ اوترے۔ پس جاکر مقام[۵] اوٹھا لائیں اور حضرت ابراہیمؑ کے داہنی طرف رکھا حضرت ابراہیمؑ نے اوسپر قدم رکھدیا جس کا نشان اوسپر پڑ گیا اور زوجۂ حضرت اسماعیل نے اون کے سر کا داہنا حصہ دھو دیا۔ پھر اوس کو اونکے بائیں طرف لائیں اونھوں نے اوسپر بایاں پاؤں رکھدیا جس کا نشان اوسپر پڑ گیا اور اونکے سر کا بایاں حصہ دھو دیا۔ جب روانہ ہونے لگے تو فرمایا کہ اپنے شوہر سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ کہا ہے کہ تمھارے دروازہ کی چوکھٹ (زوجہ) بہت ٹھیک ہے۔ پس جب حضرت اسماعیل پہونچے اور باپ کی خوشبو پائی تو پوچھا کہ کیا کوئی یہاں آیا تھا۔ کہا ہاں۔ ایک بڈھے آئے تھے جو بہت خوبصورت اور خوشبو تھے۔ اور سلام اور یہ پیام کہہ گئے ہیں۔ میں نے اونکا سر دھو دیا اور اونکے دونوں قدموں کا نشان مقام پر پڑ گیا ہے پس حضرت اسماعیل نے فرمایا کہ یہ میرے باپ ابراہیمؑ تھے۔ امام علیہ السلام کی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ وصیت کر گئے تھے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ (زوجہ) کے ساتھ بھلائی کرنا۔ پس حضرت اسماعیل مقام پر جھک کر رونے اور اوسکو چومنے لگے۔ راوی کہتا ہے (کہ یہ فرمائش سنکر) کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ نہ ٹھہرنے اور سواری کے گدھے سے نہ اوترنے کی شرط کیونکر ہو سکتی تھی۔ (کیونکہ حضرت ابراہیمؑ ان کو دیکھنے کے لئے عراق سے مکہ؟ دور دراز کا سفر کیا کرتے تھے) فرمایا ان کے لئے طی الارض ہوا کرتا تھا یعنی

---

[۵] عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رکن اور مقام دونوں بہشتی یاقوت ہیں جنکی چمک مٹا دی گئی ہے (مجمع البیان جلد ا صفحہ ۲۰۲) ۱۲ م۔

زمین سمٹتی تھی ۱؎ دوسرا سبب نزول بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے
منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ طَهِّرَا سے؟ مشرکوں کو خانہ کعبہ سے جدا کر دینا مقصود
ہے کیونکہ جب حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ بنایا اور لوگ حج کرنے لگے تو خانہ کعبہ نے مشرکوں
کے ہاتھوں کی گندگی اور منہ کی بدبو کی شکایت خداوند عالم سے کی پس خدا نے اوسپر
وحی کی کہ اے میرا کعبہ ٹھہر جا میں آخر زمانہ میں ایسی قوم (مسلمانوں) کو پیدا کرونگا
جو درختوں کی ڈالیوں سے مسواک اور اونکے تنکوں سے خلال کرینگے۔ تفسیر متعدد
معتبر روایتوں میں حضرت امام جعفر صادق صلوات اللہ علیہ وعلےٰ آبائہ وانبیائہ الطاہرین
سے منقول ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ سزاوار یہ ہے کہ بندے
مکہ میں داخل نہ ہوں جب تک کہ پسینہ اور گندگی کو دھونہ لیں اور پاک نہ ہولیں ۲؎
(بطریق اہلسنت) وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ابن
عباس کی ایک حدیث میں ہے کہ کلمات دس تھے پانچ سر میں اور پانچ بدن میں۔ سر
میں (۱) مونچھ کاٹنا (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں پانی ڈالنا (۴) مسواک کرنا (۵) مانگ
نکالنا۔ اور بدن میں (۱) ناخن کاٹنا (۲) پیڑو کا بال کاٹنا (۳) ختنہ کرنا (۴) بغل کا بال

۱؎ مجمع البیان جلد ۱ ص ۸۷ و تفسیر برہان جلد ۱ ص ۹۷ - ۱۲م

۲؎ تفسیر برہان جلد ۱ ص ۹۷ - ۱۲م

۳؎ تفسیر در منثور جلد ۱ ص ۱۱۵ میں کئی حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ جب ختنہ کا حکم ہوا تو اِخْتَتَنَ
اِبْرَاهِيْمُ بِالْقَدُّوْمِ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے قدوم (بسولا) سے۔ یا قدوم (گانوں) میں اپنا
ختنہ کرایا۔ خازن بغدادی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ لفظ قَدُوْم تخفیف کے ساتھ اور قَدُّوْم
تشدید کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ پہلی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ بسولا سے ختنہ کرایا۔
اور دوسری صورت میں یہ ہوگا کہ اوس گانوں میں ختنہ کرایا جس کا نام قدوم تھا اور یاقوت حموی
نے مراصد الاطلاع میں لکھا ہے کہ قَدُّوْم گانوں کا نام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ کا ختنہ ہوا اور
بعض لوگوں نے اسکو قَدُّوْم تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس بنا پر بسولا سے ختنہ کرانا ثابت
نہ ہوگا۔ ھاں ایک حدیث میں بِالْقَدُّوْمِ کی جگہ پر بِقَدُوْمِہٖ ہے (اپنے بسولا سے)
اور ایک حدیث میں ہے کہ جب انھوں نے درد کی شکایت کی تو وحی ہوئی کہ تم نے جلدی کی اور قبل اسکے
(بقیہ ص ۱۹۵ پر ملاحظہ ہو)

کاٹنا ۵ پاخانہ اور پیشاب کے مقام کو پانی سے دھونا۔ اور ان کی دوسری حدیث میں چند چیزیں مذکور ہیں ۱ اپنی قوم سے جدا ہونا ۲ نمرود سے خدا کے بارے میں بحث کرنا ۳ آگ میں ڈالے جانے پر صبر کرنا ۴ اپنے وطن کو چھوڑنا ۵ مہمانی کرنا ۶ فرزند کو ذبح کرنا۔ اور ان کی تیسری حدیث میں مذکور ہے کہ چھ بدن کے متعلق تھے اور چار عبادت کے متعلق۔ بدن کے متعلق ۱ پیڑو کا بال کاٹنا ۲ بغل کا بال کاٹنا ۳ ختنہ کرنا ۴ ناخن کاٹنا ۵ مونچھ کاٹنا ۶ مسواک اور غسل جمعہ کرنا۔ اور عبادت کے متعلق ۱ خانہ کعبہ کا طواف کرنا ۲ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا ۳ سنگریزہ مارنا ۴ مشعر الحرام میں ٹھہر کر روانہ ہونا۔ (ان کے علاوہ درمنثور کے چھ صفحوں میں مذکورۂ بالا امور کی فضیلتوں اور تاکیدوں کی حدیثیں لکھی ہوئی ہیں جنکو بخوف طوالت چھوڑتا ہوں) قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا تا آخر ۱ ابن عباس اور ربیع اور مجاہد نے اسکی تفسیر میں کہا ہے کہ میں تمھیں پیشوا بناؤنگا جسکے دین اور طور و طریقہ کی پیروی کیجائے گی اور ظالم کو امام نہ بناؤنگا جسکے دین اور طور و طریقہ کی پیروی کیجائے۔ ۲ ابن عباس اپنی دوسری حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو خبر دی ہے کہ تمھاری نسل میں ظالم پیدا ہونیوالا ہے جو امام نہیں ہوسکتا اور سزاوار نہیں ہے کہ خدا اوسکو اپنے (دینی) امور میں سے کسی امر کا ولی (مالک و مختار) بنائے۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ۱ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ بیت سے خانہ کعبہ مقصود ہے ۲ ابن عباس کہتے ہیں کہ مثابة سے مرجع مقصود ہے۔ یعنی لوگ اپنے گھروں سے حج کے لئے بار بار آیا کریں ۳ مجاہد کہتے ہیں کہ آمنا سے مقصود یہ ہے کہ خانہ کعبہ کو ایسی عزت دیگئی ہے کہ جو شخص اوسمیں داخل ہوا وسکو (قتل واذیت وغیرہ کا)

(بقیہ صفحہ ۶۹۴) کہ میں ختنہ کا ہتھیار بتاؤں ختنہ کرالیا" جس سے بسولا والی تفسیر کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا بسولا رکھنا ثابت نہیں ہے بقدوم کا معنی "اپنے قدم گانوں میں" بھی ہوسکتا ہے۔ اور ورد استرا سے ختنہ کرانے میں بھی ہوتا ہے۔ ممکن تھا کہ حکم خدا کے بعد جس بتائے ہوئے ہتھیار سے ختنہ کراتے؟ درد نہوتا۔ او مجمع البیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو الزناد راوی حدیث نے تصریح کردی ہے کہ قدوم سے گانوں مقصود ہے۔ ۱۲

خوف نہیں ہے۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی ۔ ابو اسحاق اور سعید بن جبیر اور قتادہ کہتے ہیں کہ اِتَّخِذُوْا امر کا صیغہ ہے اسمیں لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کریں۔ وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ سے اَلرُّكَّعِ السُّجُوْدِ تک عطا کہتے ہیں کہ عَهِدْنَا کا معنی اَمَرْنَا (ہمیں نے حکم دیا) ہے ۔ ابن عباس اور سعید بن جبیر اور قتادہ کہتے ہیں طَهِّرَا تا آخر سے بت اور بت پرستی اور شرک اور قول زور (ہر امر باطل) اور گندگی سے خانہ کعبہ کو صاف و پاک کرنا مقصود ہے اور رُّكَّعِ اور سُجُوْدِ سے نماز پڑھنے والے لیے[۱]

باطنی تفسیر

(الطریق شیعہ) اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ سے اَلظّٰلِمِیْنَ تک ۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ بسند متصل عبد العزیز بن مسلم سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مرو (خراسان) میں تھے پس ہم لوگ جمعہ کے دن جامع مسجد میں وقت سے کچھ پہلے ہی جمع ہو گئے پس لوگوں نے امر امامت میں گفتگو شروع کی اور اس امر میں لوگوں کے کثرتِ اختلاف کا ذکر آیا پس میں اپنے سید (حضرت امام رضا علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بارہ میں لوگوں کی گفتگو کو ذکر کیا۔ پس حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ اے عبد العزیز لوگ جاہل ہیں اور اپنے دین کی طرف سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خدا نے اپنے نبی کو دنیا سے نہ اوٹھایا جب تک کہ لوگوں کے لئے دین کو کامل نہ کر لیا۔ اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ پر

امامت اور عظمت کی تعریف

---

۱ یہ حکم ہر انسان کیلئے ہے جیسا کہ مَنْ دَخَلَ جو داخل ہوا کا عموم بتا رہا ہے لیکن ظالم پرست مسلمانوں نے فرزند رسولؐ جگر بند علیؑ و بتولؑ حضرت حسینؑ مظلوم کے قتل کا سامان خانہ کعبہ ہی میں کیا تھا جسکی وجہ سے انکو خدا کا گھر مجبوراً چھوڑ سفر عراق اختیار کرنا پڑا فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۱۲ام

۱ تفسیر در منثور سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۲۱ ۔ ۱۲ام

قرآن نازل کیا جسمیں ہر چیز کی تفصیل مذکور ہے۔ اوسمیں حلال اور حرام اور حدود اور احکام اور کل وہ چیزیں ہیں جنکی لوگوں کو حاجت ہے۔ چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (میں نے کوئی چیز اوٹھا نہیں رکھی جو کتاب یعنی قرآن میں نہ ہو) پس حضرت سرور عالم کی آخر عمر میں اوسنے حجۃ الوداع میں آیہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا نازل کیا (میں نے تمہارے لئے دین کو پورا کیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور اسلام کو تمھارے لئے دین قرار دینا پسند کیا) پس امامت؟ دین کا آخری جزء ہے یعنی اسی سے دین پورا ہوا اور حضرت سرور عالم نے دنیا سے تشریف لیجانے سے پہلے اپنی امت سے پورا دین بیان کر دیا۔ اور اون کیلئے راہ کو روشن کر دیا اور اون کو حق تک پہونچا کر چھوڑا۔ اور علی علیہ السلام کو اونکے لئے عَلَم (جھنڈا) اور امام بنا دیا۔ اور امت کی حاجت کی کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جسکو کھولکر بیان نہ کیا ہو۔ پس جو شخص یہ خیال کرے کہ خدا نے اپنے دین کو پورا نہیں کیا اوسنے کتاب خدا کو رد کیا (جھوٹلایا) اور کتاب خدا کو رد کرنے والا کافر ہے۔ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ امامت کی قدر و منزلت امت (کے قبضہ اور اختیار) سے کتنی اونچی ہے تا کہ وہ اونکے اختیار میں آسکے۔ بے شبہہ امامت بہت جلیل القدر اور عظیم الشان اور اعلے منزلت ہے کوئی شخص اپنی عقل سے نہ تو اوسکو سمجھ سکتا ہے اور نہ کسی کا خیال اوس تک پہونچ سکتا ہے تا کہ اپنے اختیار سے امام مقرر کر سکیں۔ امامت تیسری منزل ہے جسپر حضرت ابراہیمؑ نبوت اور خلت کے بعد فائز کئے گئے۔ اور یہ وہ فضیلت ہے جس سے (بالکل آخر میں) وہ مشرف کئے گئے۔ جسکے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنِّي جَاعِلُكَ تا آخر پس حضرت ابراہیمؑ نے اس سرفرازی سے خوش ہوکر عرض کیا کہ میری ذریت (نسل) میں بھی اسکو قرار دینا۔ تو خداوند عالم نے فرمایا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ یہ منصب جلیل ظالم تک نہیں پہونچ سکتا۔

لہ اس لفظ عَهْدِي کی تفسیر سمجھنے کیلئے انوار القرآن جلد ۲ ص۲۳۵ تا ص۲۳۷ میں آیت مبارکہ اَوْفُوا بِعَهْدِي اُوفِ بِعَهْدِكُمْ کی تفسیر بھی ملاحظہ کرلیں ۱۲ م۔

پس اس آیت نے ظالم کی امامت کو قیامت تک کیلئے روکدیا اور یہ منصب برگزیدگان خدا کے ساتھ خاص ہو گیا۔ ۲۔ حدیث صحیح میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ امامت میری ہی ذریت میں رہیگی کسی غیر کی نسل میں نہ جائیگی۔
۳۔ عیاشی علیہ الرحمہ صفوان جمال سے روایت کرتے ہیں اونھوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ مکہ میں تھے پس آیت مبارکہ اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهِیْمَ تا آخر کے متعلق گفتگو چھڑی تو (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے) فرمایا کہ اَتَمَّهُنَّ سے (دین کو) محمد اور علی اور اون کی اولاد میں سے ائمہ (طاہرین) کے ساتھ پورا کرنا مقصود ہے جسکے متعلق ارشاد فرماتا ہے ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ یہ لوگ ذریت ہیں جو بعض بعض کی نسل سے ہیں (سورۂ آلِ عمران پ۳ آیت ۳۴) پھر اِنِّیْ جَاعِلُكَ سے عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ تک فرمایا تو حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ کیا میری نسل میں ظالم بھی ہونگے فرمایا ہاں فلاں اور فلاں اور اونکے پیرو (آخر حدیث میں ہے کہ) خداوند عالم نے فرمایا کہ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ (سورۂ بقرہ پ۱ آیت ۱۲۶) جو شخص کفر اختیار کرے گا میں اوسکو دنیا سے تھوڑے دن تو فائدہ اوٹھانے دونگا پھر عذاب جہنم اور برے ٹھکانے کیطرف چلے جانے پر مجبور کر دونگا۔ (میں عرض کرتا ہوں کہ یہی وہ حدیث ہے جسکو میں نے الظالمین کے معیّن ذہنی اور معہود ہونیکے ثبوت میں ظاہری تفسیر میں ذکر کیا ہے) ۴۔ ہشام بن حکم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر علمِ خدا میں لفظ امام سے افضل کوئی دوسرا نام ہوتا تو وہ اوسی نام سے ہم لوگوں کو موسوم کرتا۔[۱]
۵۔ بسند صحیح مفضل بن عمر سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جن کلمات سے خدا نے حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لیا تھا وہ کیا تھے۔ فرمایا وہی جنکو حضرت آدمؑ نے خدا سے سیکھا اور اون کے ذریعہ سے توبہ کی اور مقبول ہوئی۔ اونھوں نے کہا تھا اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ اِلَّا تُبْتَ عَلَیَّ فَتَابَ اللّٰهُ

حاشیہ: الظالمین کا اشارہ دشمنانِ اہلبیت کی طرف ہے

[۱] برہان جلد ۱ صفحہ ۹۶ - ۱۲

عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (اے پالنے والے محمد اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے حق کا واسطہ کہ میری توبہ قبول فرمائیں خدا نے قبول کیا بیشک وہ توبہ کا بڑا قبول کرنیوالا اور مہربان ہے) میں نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ تو اَتَمَّهُنَّ کا معنی کیا ہے۔ فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے (ائمہ کے) ان ناموں کو قائم آلِ محمد (حضرت آخر الزمان علیہ السلام) تک بارہ عدد پورا کیا۔ جنمیں سے نو حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول اللہ آپ کلام پروردگار جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ کی تفسیر ارشاد فرمائیں۔ فرمایا اس سے مقصود یہ ہے کہ امامت کو قیامت تک کیلئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں قرار دیا۔ میں نے عرض کیا کہ امامت کو (صرف) حضرت امام حسینؑ کی اولاد میں کیوں قرار دیا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں کیوں نہیں قرار دیا حالانکہ یہ دونوں بزرگوار فرزند رسولؐ اور سردار جوانانِ بہشت تھے۔ فرمایا موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں بھائی اور نبی مرسل تھے پس خدا نے نبوت کو ہارون کی نسل میں رکھا اور موسیٰ کی نسل میں نہ رکھا اور کسیکو یہ حق نہ تھا کہ پوچھے کہ ایسا کیوں کیا۔ (اسی طرح) امامتؑ خلافتِ خدا ہے کسیکو حق نہیں ہے کہ پوچھے کہ حسینؑ کی نسل میں کیوں رکھا اور حسنؑ کی نسل میں کیوں نہ رکھا کیونکہ خدا کے کل افعال حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتے ہیں دوسروں کے فعل کا سبب وہ پوچھ سکتا ہے۔ اوسکے فعل کا سبب کوئی پوچھ نہیں سکتا[1]

(بطریق اہلسنت) واضح ہو کہ اون حدیثوں میں جو بطریق شیعہ بیان کی گئیں تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں نمبر۱ واقعہ غدیر خم اور آیت الیوم اکملت کا وہاں نازل ہونا نمبر۲ آیت اذا بتلی کی تفسیر نمبر۳ جعلها كلمة باقية کی تفسیر پس یہاں پر مجھے انہیں تینوں مضمونوں کے متعلق حدیثیں ذکر کرنی چاہئیں۔ نمبر۱ واقعہ غدیر خم نمبر۱ امام ثعلبی نے ابن عباس اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نمبر۲ علامہ حموینی نے ابوہریرہ سے نمبر۳ ابن صباغ مالکی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے

امتحان میں حضرت ابراہیم کا پورا اترنا [illegible]

واقعہ غدیر خم

---

[1] تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۹۴ ۱۲ منہ

کہ آیت یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ تا آخر غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی [1] عبداللہ بن مسعود صحابی جلیل القدر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کی حیات میں ہم لوگ اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ تا آخر (اے رسول تمھارے پروردگار کیطرف سے جو تم پر نازل کیا گیا ہے کہ علی مومنوں کے آقا و سردار ہیں اسکو لوگوں تک پہونچا دو اگر نہ پہونچایا تو سمجھو کہ کار رسالت انجام نہ دیا اور خدا تمکو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا [2] براء بن عازب صحابی بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی اور بلغ ما انزل سے علی بن ابیطالب کی بعض فضیلتوں کو لوگوں تک پہونچا دینا مقصود ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں جس کا مولا (آقا و سردار) ہوں علی بھی اوسکے آقا و سردار ہیں۔ پس خلیفۂ دوم نے کہا کہ اے علیؑ آپ کو مبارک ہو کہ آج آپ میرے اور کل مومن اور مومنہ کے آقا و سردار ہو گئے [3] ابوسعید خدری صحابی جلیل اور ابوہریرہ نے بیان کیا کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے لوگوں کو غدیر خم میں بلایا اور ببول کے درخت کے نیچے جسقدر کانٹے تھے سب کو صاف کرایا اور یہ واقعہ پنجشنبہ کے دن واقع ہوا پس علی علیہ السلام کو بلایا اور اونکا دونوں بازو پکڑ کر اسقدر اوٹھایا کہ آپ کے بغل کی سفیدی لوگوں نے دیکھی اور فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ پس لوگ ابھی متفرق نہ ہونے پائے تھے کہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

---

[1] ینابیع المودۃ باب ۳۹ صفحہ ۹ چھاپہ بمبئی بحوالہ شیخ محیی الدین نووی۔ و ارجح المطالب باب ۲ صفحہ ۶۷-۶۶ بحوالہ امام واحدی و امام ثعلبی۔ و حافظ گنجی شافعی۔ و شیخ محیی الدین نووی۔ و ابوبکر نقاش و ابوحاتم و حافظ ابونعیم۔ از ابوسعید خدری = ۱۲

[2] ارجح المطالب باب ۲ صفحہ ۶۶ بحوالہ امام واحدی و امام رازی و نظام الاعرج و حافظ ابن کثیر۔ و حافظ ابونعیم و امام ابن مردویہ۔ و امام عینی در شرح بخاری و امام سیوطی - ۱۲

[3] ارجح المطالب باب ۲ صفحہ ۶۷ بحوالہ حافظ ابونعیم و امام ثعلبی ۱۲ —

وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِیۡ نازل ہوئی (یعنی آج میں نے تم لوگوں کے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی) پس حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ اللہ اکبر یعنی اس بات پر میں خدا کی تکبیر کرتا ہوں کہ اوسنے دین کو کامل اور نعمت کو پورا کر دیا اور میری رسالت اور علی ابن ابیطالب کی ولایت کو پسند کیا [۵۱] ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جو شخص اٹھارہ ذیحجہ کو روزہ رکھے جو غدیر خم کے واقعہ کا دن ہے جبکہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر اوٹھایا تھا اور فرمایا تھا کہ کیا میں تم لوگوں کی جانوں پر تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا۔ اور سب نے کہا ہاں رکھتے ہیں تو فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اوسکے علی مولا ہیں پس عمر بن خطاب نے کہا کہ اے فرزند ابوطالب آپ کو مبارک ہو مبارک ہو کہ آج آپ میرے اور کل مومنوں کے سردار ہو گئے پس خدا نے نازل کیا اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِیۡ تو اوسکے لئے ساٹھ مہینوں کے روزے کا ثواب لکھا جائیگا [۵۲] مجاہد نے بیان کیا کہ آیت الیوم اکملت غدیر خم میں نازل ہوئی [۵۳] (۲) آیت اذ ابتلیٰ ابراہیم ربہ تا آخر کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جن کلمات سے خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا تھا یہ وہی کلمات

---

[۵۱] ارجح المطالب باب ۲ ص ۶۰ بحوالہ حافظ ابو نعیم و حافظ ابو بکر بن مردویہ۔ و علامہ سیوطی۔ و دیلمی از ابو سعید خدری و ابو ہریرہ۔ و مناقب خوارزمی فصل ۱۴ ص ۸۰ چھاپہ ایران از ابو سعید خدری۔ ۱۲

[۵۲] ارجح المطالب باب ۲ ص ۶۰ بحوالہ علامہ ابن مغازلی و ابو الفتح نطنزی ۱۲ —

[۵۳] ارجح المطالب باب ۲ ص ۶۰ بحوالہ امام صالحانی ۱۲ —

[۵۴] میرے خیال میں صرف ائمہ علیہم السلام کا نام پوچھ لینا اور بتا دینا منصب امامت پر فائز کرنے کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ضرور ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ سے ائمہ کرام کے فضائل اور حقوق اور اونکی امامت کا اقرار پوچھا گیا تھا اور میں اسکے قبل کئی جگہ لکھ آیا ہوں کہ کل انبیاء سابقین سے ان حضرات کی امامت کا اقرار لیا گیا تھا اور اسی اقرار پر وہ منصب رسالت پر فائز ہوئے اور لفظ کلمہ شخص پر بھی بولا جاتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ کیلئے قرآن میں بولا گیا ہے (بقیہ ص ۷۰۲ پر ملاحظہ ہو)

[۵۵] [illegible] ۱۲

تھے جنکے ذریعہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ مقبول ہوئی تھی۔ اور وہ یہ ہیں
یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اِلَّا تُبْتَ
عَلَیَّ۔ پس خدا نے اونکی توبہ کو قبول کیا کیونکہ وہ تواب الرحیم ہے۔ میں نے عرض
کیا کہ یابن رسول اللہ پس اتمھن سے کیا مقصود ہے فرمایا ان ناموں کو قائم
مہدی تک پورا کیا جو بارہ امام کے نام ہیں جنمیں سے نو اولاد حسین علیہ السلام سے
ہونگے[۱] (۳) آیت جعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ کی تفسیر میں حضرت
امیر المومنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت ہم لوگوں کے حق میں
نازل ہوئی ہے اور مقصود یہ ہے کہ امامت قیامت تک کیلئے نسل حسین علیہ السلام
میں قرار دی گئی[۲]

چند فائدے

(پہلا فائدہ) معانی۔ بیان۔ بدیع۔ (معانی) (۱) اِذِ ابْتَلٰی
اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ اسمیں کلمات کی تنوین تعظیم کی ہے
جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن کلمات سے امتحان لیا گیا تھا وہ جلیل القدر اور عظیم
المنزلہ تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ظاہری تفسیر اور سنی حدیثوں میں
کلمات کی تفسیر جن چیزوں سے کی گئی ہے وہ دو طرح کی ہیں ایک شمس و قمر وغیرہ

(بقیہ ص۷۰۱) اور مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار جلد ۷ ص۱۷۴ تا ص۱۷۶ میں کیس حدیثیں نقل کی ہیں جنکا
حاصل معنی یہ ہے کہ لفظ کلمۃ اور کلمات جو بہت سی آیتوں میں مذکور ہیں اونسے ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ
والسلام اور اونکی امامت اور فضائل مقصود ہیں اور حافظ ابو نعیم نے ابو برزہ اسلمی صحابی سے روایت
نقل کی ہے کہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ علیؑ ہدایت کے جھنڈا اور ہمارے دوستوں کے پیشوا اور ہمارے
فرمانبرداروں کے نور اور وہ کلمہ ہیں جنکا اعتقاد خدا نے پرہیزگاروں پر لازم کیا ہے (ینابیع المودۃ
باب ۴ ص۱۱۰ چھاپہ بمبئی) ۱۲ ام۔

[۱] ینابیع المودۃ باب ۷۶ ص۸ چھاپہ بمبئی بحوالہ مناقب ۱۲ ام۔

[۲] ینابیع المودۃ باب ۳۹ ص۹۶ چھاپہ بمبئی بحوالہ مناقب ۱۲ ام۔

(جنکا ذکر قرآن مجید میں ہے) دوسرے دینی احکام۔ خازن بغدادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ امتحان نبوت کے قبل ہوا تھا یا بعد" پھر اپنی رائے لکھی ہے کہ صواب یعنی صحیح یہ ہے کہ اگر امتحان کی چیز شمس وغیرہ قرار دیجائے تو کہا جائیگا کہ یہ امتحان نبوت کے قبل تھا۔ اور اگر دینی احکام قرار دیئے جائیں تو کہا جائیگا کہ نبوت کے بعد تھا کیونکہ دینی احکام کی تعلیم وحی کے قبل نہیں ہوسکتی" میں عرض کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے چند جملے صاف بتا رہے ہیں کہ شمس وغیرہ کا واقعہ بھی نبوت کے بعد واقع ہوا تھا" ۱ اس واقعہ کے ذکر سے پہلے اونکا اپنے چچا سے یہ کہنا کہ تم بت پوجتے ہو تم کھلی گمراہی میں ہو ۲ اس واقعہ کے اثنا میں یہ کہنا کہ لَئِنۡ لَّمۡ یَهۡدِنِیۡ رَبِّیۡ اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرچکا ہوتا تو میں بھی گمراہوں میں ہوتا ۳ اس واقعہ کے بعد کہنا کہ اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ میں خالق آسمان و زمین کیطرف پوری توجہ کرچکا ہوں اور مشرک نہیں ہوں ۴ اسکے بعد فرمانا کہ اَتُحَآجُّوۡٓنِّیۡ فِی اللّٰهِ وَقَدۡ هَدٰىنِ کیا تم خدا کے بارے میں مجھ سے بحث کرنا چاہتے ہو حالانکہ وہ مجھے ہدایت کرچکا ہے ۵ اسکے بعد خداوند عالم کی فرمائش کہ تِلۡكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ یہی ہماری دلیلیں ہیں جنکو ہم نے ابراہیمؑ کو اونکی قوم پر غلبہ کیلئے اونھیں دی تھیں ۶ اس کے بعد یہ فرمائش نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ جسکے درجے چاہتا ہوں بلند کرتا ہوں ۷ پھر دوسرے انبیاءِ گذشتہ و آیندہ کو ذکر کرکے سب کے حق میں فرمانا کہ ان میں سے ہر ایک کو میں نے دنیا والوں پر فضیلت دی اور برگزیدہ کیا اور راہِ راست کی طرف ہدایت کی ۸ پھر آخر میں فرمانا کہ وَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں میں نے کتاب دی اور حکومت اور نبوت عطا کی۔ (سورۂ انعام پ آیت ۷۵ تا ۹۰) قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ تِلۡكَ سے (جو نمبرہ میں مذکور ہے) وہی گفتگو مقصود ہے جو ستاروں اور ماہتاب و آفتاب کے خدا نہ ہونیکے متعلق حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی۔ اور اٰتَيۡنٰهَا کا معنی عَلَّمۡنٰهَا لکھا ہے۔ اور فَضَّلۡنَا کی تفسیر میں بالنبوۃ لکھا ہے یعنی نبوت سے فضیلت دیگئی۔ اور الحکم والنبوۃ کے بعد والرسالۃ بڑھایا ہے یعنی کتاب

اور حکومت اور نبوت اور رسالت دی پس یہ آٹھوں نمبر اس بات کی مضبوط دلیلیں ہیں کہ ستاروں وغیرہ کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ کی گفتگو نبوت اور رسالت کے بعد تھی پس کلمات کی تفسیر خواہ شمس و قمر وغیرہ سے کیجائے یا دسوں سنتی احکام سے؟ یہ امتحان بہرحال نبوت و رسالت کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ اور حدیث شیعہ ۱ تا ۳ کی چار حدیثوں میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ امتحان اور درجہ امامت پر فائز ہونا مرتبۂ رسالت کے بعد تھا۔ اور دسوں سنتی چیزیں جو کلمات کی تفسیر میں ذکر کی گئی ہیں اونمیں ایسی عظمت نہیں ہے کہ اون سے ایک نبی اور رسول کا امتحان لیا جائے؟ خواہ ابتلاء کا معنی پوچھنا اور جانچنا لیا جائے جیسا کہ بعض مفسروں نے کہا ہے۔ یا عمل کرنا جیسا کہ بعض دوسرے نے کہا ہے۔ پس ضرور ہے کہ کلمات سے ایسی چیز مراد لیجائے جو عظیم المنزلت ہو اور اس قابل ہو کہ ایک رسول کیلئے امتحانی چیز قرار پا سکے اور امامت جیسی عظیم الشان چیز نبوت و رسالت کے بعد اس امتحان کا بدلا اور عوض ہو سکے اور وہ ظاہری تفسیر میں ذبح فرزند ہے جو ابن عباس کی دوسری حدیث میں مذکور ہے اور ظاہری تفسیر کی حدیث شیعہ نمبر ا اوسکی موید ہے اور باطنی تفسیر میں ائمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسماء گرامی ہیں جو باطنی تفسیر کی حدیث شیعہ نمبر ۵ میں مذکور ہے۔ اور اس بنا پر فَاَتَمَّهُنَّ کا صاف معنی ان اسماء گرامی کو پورا کرنا ہوگا۔ برخلاف اسکے اگر کلمات سے وہ معانی مراد لئے جائیں تو اَتَمَّ کے بعد لفظ جواب[۵] یا لفظ عمل محذوف (پوشیدہ) ماننا پڑے گا اور حذف خلاف اصل ہے جسکو بغیر قوی قرینہ کے قبول نہیں کیا جا سکتا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کلماتٍ کی تنوین تعظیم کی ہے اور وہ باعظمت کلمات ذبحِ فرزند ہے اور اسماء گرامی ائمۂ کرام علیہم السلام کے۔ اور اس امتحان کے بعد وہ امام بنائے گئے اور اسکے بعد دسوں احکام بتائے گئے جو بدن کے متعلق ہیں جیسا کہ ظاہری تفسیر کی حدیث شیعہ نمبر ا میں مذکور ہے ۲ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا حکم پروردگار ہوا کہ میں ہی تم کو لوگوں کا پیشوا بنانیوالا ہوں۔ اسمیں مسند الیہ یعنی اِنِّیْ

---

[۵] یعنی اون کا جواب پورا کیا یا اون کا عمل پورا کیا ۱۲ م۔

امام کا انتخاب خدا کا وظیفہ ہے

کی مسند پر تقدیم حصر کیلئے ہے۔ مقصود یہ ہے کہ امام بنانا میرا ہی وظیفہ ہے کسی غیر کو اس میں دخل نہیں ہے! باطنی تفسیر کی حدیث شیعہ نمبر ا میں معصوم علیہ السلام نے اپنے کلام بلاغت نظام "کیا تم لوگ جانتے ہو..... سے ..... امام مقرر کر سکیں" ... تک ... میں اسی مضمون کیطرف اشارہ فرمایا ہے اور مؤید اسکے؟ اسکے بعد کے جملے ہیں یعنی ایک یہ کہ؟ حضرت ابراہیمؑ رسول اولوالعزم کا اپنی ذریت کیلئے خواہش کرنا۔ اگر یہ منصب رعایا اور پنچپت کے قبضہ کی چیز ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ ایسی خواہش نہ کرتے بلکہ بارگاہِ پروردگار میں عرض کرتے کہ تو اپنی ذات میں منحصر کیوں کرتا ہے یہ تو رعایا

---

۷۵ (**اہلسنت**) فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ جو لوگ (شیعے) امامت کو خدا کیطرف سے منصوص سمجھتے ہیں اونھوں نے اس آیت کو (بھی) اپنا ثبوت قرار دیا ہے اور اسی طرح آیت کریمہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کو؟ ان آیتوں میں خداوند عالم نے بیان کیا ہے کہ خلافت بغیر نص کے (یعنی بغیر خدا کے نامزد کئے ہوئے) حاصل نہیں ہو سکتی" لیکن اونکا یہ کلام کمزور ہے کیونکہ میں بیان کر چکا کہ امامت سے یہاں پر نبوت مقصود ہے۔ اور اگر مان بھی لوں کہ اس سے مطلق امامت مقصود ہے (جو نبوت اور خلافت دونوں کو شامل ہے) تو کہونگا کہ اس سے صرف اسقدر ثابت ہوگا کہ امامت نص سے ثابت ہوتی ہے۔ لیکن غیر نص (پنچپت) سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی" **میں عرض کرتا ہوں** کہ اسی بحث کے نمبر۳ میں لکھ آیا ہوں کہ علامہ زمخشری نے عہد کا معنی خلافت اور امامت لکھا ہے اور قاضی بیضاوی نے امامت۔" اور عہد اور امامت دونوں سے ایک ہی چیز مقصود ہے ورنہ حضرت ابراہیمؑ کا سوال اور خدا کا جواب مطابق نہ ہوگا۔ اور وہ صرف خلافت و امامت ہے جیسا کہ زمخشری اور قاضی نے کہا ہے۔ نبوت مقصود نہیں ہے۔ رہ گئی پنچپت تو میری پوری تقریر کو انصاف سے دیکھنے والوں کے دل میں اس امر میں ذرہ برابر شک باقی نہیں رہ سکتا کہ امام کی تقرری میں پنچپت کو بالکل دخل نہیں ہے علاوہ اسکے جب امامت بقول قاضی کے خدا کی امانت ٹھہری جسکو عہدی کی اضافت ظاہر کر رہی ہے تو اپنی امانت کیلئے امین کی تجویز بھی اوسکی رائے سے اور اوسیکے اختیار میں ہونی چاہیئے اوسکی امانت کیلئے دوسروں کا امین تجویز کرنا غلط اور غیر معقول بات ہے بس معلوم ہو گیا کہ یہی آیت جہاں تنصیص کی ضرورت کو بتا رہی ہے پنچپت کی نفی بھی کر رہی ہے۔ ۱۲ اسم

اور پنچوں کے اختیار میں ہے"۔ دوسرے[۲] اونکی خواہش کے جواب میں حکیم مالک الملوک کا لا ینال عہدی فرمانا۔ اگر یہ منصب رعایا کے اختیار میں ہوتا تو یوں نہ فرماتا بلکہ فرماتا کہ حق یا ناحق میں نے تم کو امام بنا دیا۔ درحقیقت یہ وظیفہ پنچوں کا ہے اپنی ذریت کے لئے اون سے خواہش کرو"۔ تیسرے[۳] لفظ عہد کو اپنی طرف مضاف کیا ہے اور نسبت دی ہے۔ اور علامہ زمخشری نے عہد کا معنی خلافت و امامت لکھا ہے اور قاضی بیضاوی نے امامت؟ اور قاضی مذکور نے لکھا ہے کہ امامت خدا کی طرف سے امانت ہے ظالم میں اسکے پانیکی قابلیت نہیں ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ عہد کو اپنی طرف دو وجہوں سے منسوب کیا ہے ایک[۱] اوسکی عظمت ظاہر کرنے کے لئے کیونکہ بزرگ کیطرف منسوب ہونیسے منسوب میں بھی بزرگی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے[۲] اس امر کو ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ منصب جلیل میری طرف سے امانت ہے" پنچوں کے اختیار کی چیز نہیں ہے" تاکہ اندھا دھندہ جسکو چاہیں خلیفہ اور امام بنا دیں"۔ چوتھے[۴] قاضی بیضاوی اپنی تفسیر میں مذکورۂ بالا مضمون کو ذکر کرنیکے بعد لکھتے ہیں کہ آیت لا ینال تا آخر اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء بعثت کے قبل بھی گناہ کبیرہ سے معصوم تھے اور فاسق امام نہیں ہو سکتا"۔ میں عرض کرتا ہوں کہ[۱] لفظ ظالم؟ گناہ کبیرہ اور صغیرہ دونوں کے مرتکب کو شامل ہے لہذا اسکو کبیرہ کے ساتھ مخصوص کرنا بیوجہ ہے۔ گناہ صغیرہ کرنیوالے بھی اس منصب جلیل کو نہیں پا سکتے۔ [۲] انتقال سرور عالم سے بنو عباسیہ کے آخر دور تک خلفاء کا فسق اور ظلم صغیرہ سے بڑھ کر کبیرہ تک اور کبیرہ سے بڑھ کر کفر[۵] تک پہونچا ہوا تھا۔ اور لا ینال خبر ہے۔ پس اگر مراد خدا یہ ہوتی کہ خلافت ظالموں تک ناجائز پنچیت کے ذریعہ سے بھی نہ پہونچیگی تو کلام علام الغیوب و اصدق الصادقین غلط اور خلاف واقع ہو جاتا اور اوس مقدس ذات پر جہل لازم آتا۔ اسلئے ماننا پڑے گا کہ مقصود اوسکا یہ ہے کہ خلیفہ اور امام بنانا میرا وظیفہ اور حق ہے اور ظالموں کو میں خلیفہ اور امام نہ بناؤنگا۔ [۳] ظاہری تفسیر کی بنا پر اگر سنتی احکام مقصود ہوں تو فاتمهن میں ایجاز بحذف مضاف ہوگا یعنی لفظ جواب یا لفظ عمل؟ لفظ اتمہن کے بعد بقرینہ گرا ہوا مانا جائیگا اور باطنی تفسیر کی بنا پر اس کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور و من ذریتی۔ اور اتخذوا میں ایجاز

[۵] یزید۔ ولید بن یزید۔ عمر بن عبدالملک۔ ہارون۔ مامون وغیرہ کے حالات تاریخوں میں دیکھ لیجئے ۱۲ منہ

بحذفِ جملہ ہے۔ پہلے کی اصل وَاجْعَلْ فَرِيْقًا مِنْ ذُرِّيَّتِيْ اِمَامًا تھی یعنی میری نسل سے ایک گروہ کو امام بنانا۔ پس اِجْعَلْ فَرِيْقًا اِمَامًا بقرینہ گرا دیا گیا ہے۔ اور دوسرے کی اصل وَقُلْنَا لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْا تھی یعنی ہم نے لوگوں سے کہا کہ مقام ابراہیمؑ میں مُصَلّٰی بناؤ۔ اس میں سے قُلْنَا لِلنَّاسِ بقرینہ گرا دیا گیا ہے۔

(بیان) لغات اِذِ ابْتَلٰی (جب حکم دیا) ظاہری تفسیر کی بنا پر یہ لفظ حکم کے معنی میں مجازاً استعمال کیا گیا ہے۔ مادّہ یعنی اصلی حروف اسکے بلا ہیں اور بلاء ہر اوس چیز کو کہتے ہیں جو کھلے اور تکلیف میں ڈالدے اور امتحانی کلمات چونکہ کھلنے والے تھے اسی مناسبت سے ان حکموں کو لفظ ابتلاء سے تعبیر کیا۔ واقعی مقصود حکم دینا ہے۔ لیکن باطنی تفسیر کی بنا پر جسمیں ذبح فرزند کے حکم کا ذکر ہے یہ اپنے اصلی معنی یعنی امتحان میں استعمال کیا گیا ہے۔ تفصیل اسکی آئندہ فائدہ اصول فقہ میں آئیگی۔

(دوسرا فائدہ) اصولِ فقہ اِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ (جب ابراہیمؑ کو اونکے پروردگار نے جانچا) امر کا معنی طلب فعل ہے اور طلب کے اسباب و اغراض مختلف ہوتے ہیں جنکی تعداد اکثر علمائے علم اصولِ فقہ نے پندرہ لکھی ہے اور بعض نے چھبیس۔ منجملہ انہیں اغراض کے ایک غرض امتحان بھی ہے۔ اور جو حکم اس غرض سے دیا جاتا ہے اوسکو امر امتحانی کہتے ہیں۔ اور امر امتحانی تین طرح کا ہوتا ہے ایک[1] وہ جس سے حکم دینے والا غرض اس بات کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے کہ محکوم اس حکم کی تعمیل میں پورا اوترتا ہے یا نہیں۔ دوسرا[2] وہ جس سے وہ خود محکوم پر حجت تمام کرنا اور یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ سرکش ہے یا عاجز ہے وغیرہ وغیرہ۔ تیسرا[3] وہ جس سے دوسروں پر حجت تمام کرنا یا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ محکوم کی سزا اوسکی سرکشی کی وجہ سے ہے یا انعام اوسکی اطاعت کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ حضرت ابراہیمؑ کا امتحان اسی تیسری قسم کا تھا۔ خداوند علام الغیوب ممتحن تھا اور خلیل اللہ جیسے اولوالعزم اور مطیع و فرمانبردار نبی ممتحن۔ یہ امتحان کو پورا کرنیوالے تھے اور خدا جانتا تھا کہ پورا کرینگے۔ پس یہ امتحان دوسروں کو دکھانے کے لئے تھا کہ امامت جیسا منصب جلیل جو انکو دیا گیا

حضرت ابراہیمؑ کا امتحان دوسروں کو دکھانے کیلئے ہوا تھا

ناحق اور بے استحقاق نہیں دیا گیا بلکہ ذبح فرزند کے امتحان میں پورے اوترنے
کے عوض میں دیا گیا۔ ذبح کا واقع نہ ہونا ان کے اختیار سے باہر اور خدا کا فعل تھا۔
اپنے اختیار کی چیز یعنی سامانِ ذبح فراہم کرنا فرزند کو لٹانا۔ چھری چلانا سب کچھ
کر گذرے۔ اسی قدر ان کی قدرت میں تھا اور اسی کا نام تعمیل حکم ہے۔ جس پر عقلاً
ونقلاً استحقاق انعام ہو جاتا ہے۔ یہ امتحان ایسا ہی تھا کہ خداوند عالم نے اسکو
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ فرمایا ہے (سورۂ صافات پ۲۳ آیت ۱۰۶)
یعنی کھلا اور روشن امتحان یہی ہے۔ اور ذبح عظیم (شہادت شہدائے کربلا) کو
اس کا بدلا قرار دیا ہے۔

(تیسرا فائدہ) علم کلام و اصول فقہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ رافضیوں[۱]
نے ابوبکر اور عمر کے قابل خلافت نہ ہونیکا ثبوت اسی آیت کو قرار دیا ہے اور اس
مطلب کی تین تقریریں کی ہیں ایک[۱] یہ کہ یہ دونوں کافر اور حالتِ کفر میں ظالم تھے
کیونکہ کفر ظلم ہے اور یہ آیت بتا رہی ہے کہ ظالم امام نہیں ہو سکتے۔ نہ اوسوقت
جب کافر تھے نہ اوسکے بعد (کیونکہ آیت میں کوئی وقت معیّن نہیں کیا گیا ہے) دوسرے[۲]
یہ کہ جو شخص باطناً گنہگار رہو وہ ظالم ہے پس جب تک ان دونوں کا ظاہراً اور باطناً
گنہگار نہ ہونا معلوم نہ ہو ان کی امامت کا حکم نہیں کیا جا سکتا۔ اور گناہ سے بالکل
پاک ہونا معصوم کی شان ہے اور یہ دونوں معصوم نہ تھے بالاتفاق اسواسطے ضرور
ہے کہ امام نہ ہوں۔ (میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تقریر غالباً رازی صاحب کی
ایجاد ہے کوئی رافضی ایسی تقریر نہیں کر سکتا کیونکہ شیخین کا ظاہری اور باطنی
گناہ اون کے نزدیک مشکوک نہیں ہے بلکہ یقینی ہے۔) تیسرے[۳] یہ کہ وہ دونوں
مشرک تھے اور ہر مشرک ظالم ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ دونوں ظالم تھے۔ اور
ظالم امامت نہیں پا سکتا۔ اور جو شخص کسی زمانہ میں ظلم کر چکا ہو وہ اوسکے بعد

---

[۱] رفض کا معنی چھوڑنا ہے۔ جن لوگوں نے خلفائے ثلثہ کو خلیفۂ رسولؐ نہیں مانا ہے اون
کو اہل سنت رافضی کہتے ہیں "" اور اہل بیت رسولؐ کو دشمنی کی وجہ سے چھوڑنیوالے؟
ناصبی اور اون سے لڑنیوالے خارجی کہلاتے ہیں ۱۲ م۔

بھی ظالم کہلاتا ہے کیونکہ صدقِ مشتق کیلئے مبدا یعنی معنی مصدری کا کرنیوالے میں ہر وقت پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ کافر مسلمان ہونیکے بعد کافر۔ اور گنہگار توبہ کرنے کے بعد گنہگار نہیں کہلاتا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ آیت کریمہ لَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا میں خداوندعالم نے اون لوگوں کی طرف میلان کرنے سے منع کیا ہے جو ظلم کر رہے ہوں۔ اور آیت کریمہ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ میں بیان کیا ہے کہ لوگ جبتک اچھا کام کرتے رہیں اون پر عذاب نہ کیا جائیگا۔ اسکے علاوہ میں بیان کر چکا کہ امامت اور عہد سے نبوت مقصود ہے۔ پس جو شخص ایک لمحہ بھی کافر رہ چکا ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا[1] میں عرض کرتا ہوں کہ اس جواب میں "نہیں کہلاتا" تک دعوٰی ہے۔ جسمیں روافض اور اہلِ سنت میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ کہلاتا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں کہلاتا۔ اور دونوں آیتیں اون کی دلیلیں ہیں۔ اور لفظ امامت اور عہد سے نبوت مقصود ہونا ایک مستقل جواب ہے جسکو زمخشری اور قاضی کے کلام سے رد کر آیا ہوں۔ ان کی پہلی دلیل ان کے حق میں اسلئے مفید نہیں ہے کہ لفظ ظَلَمُوا صیغۂ ماضی کو انھوں نے بقاء اور استمرار کیلئے لیا ہے حالانکہ بچے بھی جانتے ہیں کہ ماضی کا صیغہ مبدا یعنی فعل کے گذر جانیکو بتاتا ہے۔ بقاء اور استمرار کو بتانیوالی چیز مضارع کا صیغہ ہے۔ بلکہ یہ دلیل رافضیوں کے مطلب کو ثابت کر رہی ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ گذشتہ زمانہ میں گناہ کر چکے ہیں اون کی طرف دینی پیروی میں آج بھی رُخ نہ کرو (کیونکہ وہ آج بھی ظالم ہیں یا گذشتہ ظلم کی وجہ سے اون میں پیشوائی کی قابلیت باقی نہیں رہی) اور دوسری دلیل ایک اس وجہ سے بیکار ہے کہ مصادرہ علی المطلوب ہے یعنی اوسی چیز کو دلیل قرار دی ہے جسمیں نزاع ہے۔ دوسرے اسوجہ سے کہ اگر مفہوم وصف[2] حجت سمجھا جائے تو رازی صاحب کے کلام مَا اَقَامُوا عَلَى الْاِحْسَانِ (جب تک کار خیر کرتے رہیں) کی بنا پر مفہوم مخالفت اسکا معنی یہ ہوگا کہ نیکو کار جب کار خیر کر چکیں تو اوسوقت اون پر عذاب

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۴۶۹ — ۱۲ س

[2] اسم فاعل۔ اسم مفعول۔ صفت مشبہ۔ وغیرہ وصف کہلاتے ہیں علماء علم اصول فقہ میں

(بقیہ صفحہ ۷۱۰ پر ملاحظہ ہو)

کیا جا سکتا ہے کیونکہ لفظ محسنین میں وہ اسوقت داخل نہیں ہیں۔ اور اس
بنا پر چاہیئے کہ رازی صاحب کے خیال کے مطابق ہر نیکوکار اور متقی و پرہیزگار
بلکہ اولیاء کرام بھی معاذ اللہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں کیونکہ اس خیال کے
مطابق قیامت میں لفظ محسنین کسی پر صادق نہ آئیگا۔ اور اس کا فساد ظاہر
ہے۔ اور اگر مفہوم وصف حجت نہ سمجھا جائے تو خیال رازی کی بنا پر اس آیت کا
معنی صرف یہ ہوگا کہ نیکوکار جبتک کار خیر کرتے رہیں اون پر عذاب اور عتاب نہ ہوگا۔
اور چونکہ اس میں نزاع نہیں ہے۔ اسلئے یہ آیت محل نزاع سے بالکل بے تعلق ہوگی
اور رازی صاحب کے لئے دلیل نہ ہوسکے گی۔ کیونکہ وہ اس بات کو ثابت کرنا چاہتے
تھے کہ نیکوکار ہ معطلی کے وقت محسن نہیں کہے جاتے۔ اور اس آیت سے یہ بات
ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ آیت بھی روافض ہی کے مطلب کو ثابت کر رہی ہے کیونکہ
معلوم ہے کہ نیکوکاروں پر عذاب نہ ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر شخص دنیا میں ہر
وقت کار خیر کرتا نہیں رہتا اور آخرت میں بالکل نہ کریگا۔ پس اگر آخرت اور دنیا
کی پوری حالت میں لفظ محسن اون پر صادق نہ آئے تو نفی عذاب کے مستحق نہ
ہونگے۔ حالانکہ مستحق ہونگے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ اون پر معطلی کے وقت
بھی صادق آتا ہے۔ رازی صاحب کا تعصب رازی صاحب تعصب کی وجہ
سے اپنے مذہب کی مسلم باتوں سے بھی دست بردار ہوجاتے ہیں ملاحظہ ہو کہ مذہب
اہلسنت میں چار مجتہد مانے گئے ہیں (۱) ابو حنیفہ (۲) محمد ابن ادریس شافعی (۳) احمد بن

(بقیہ صفحہ ۹۵) اختلاف ہے کہ جس جملہ میں یہ الفاظ لائے جائیں کیا اوس جملہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جس شخص پر یہ
الفاظ صادق نہ آئیں اوس پر اوس جملہ کا حکم جاری نہ ہوگا یا نہیں سمجھا جاتا جیسے اگر کوئی کہے کہ اِذَا رَاَیۡتَ
عَالِمًا یُصَلِّیۡ فَاَکۡرِمۡہُ یعنی اگر عالم کو نماز پڑھتے دیکھو تو اوس کا اکرام کرو۔ تو کیا اس سے سمجھا جائیگا
کہ اگر غیر عالم کو نماز پڑھتے دیکھو تو اوسکا اکرام نہ کرنا۔ اسی کو مفہوم وصف کہتے ہیں۔ کچھ علماء نے کہا ہے
کہ سمجھا جاتا ہے اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ نہیں سمجھا جاتا۔ اور لفظ محسنین بھی اسم فاعل ہے
اسلئے اسمیں بھی یہ اختلاف آئیگا کہ آیا مَا عَلَی الۡمُحۡسِنِیۡنَ مِنۡ سَبِیۡلٍ سے سمجھا جاتا ہے کہ جو
لوگ کار خیر نہ کرتے ہوں اون پر عذاب کیا جائیگا۔ یا نہیں سمجھا جاتا ۱۲م۔

حنبل رحمہ مالک بن انس ۔ فخر الاسلام شرح وقایہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ان میں سے
ایک کا مقلد اگر دوسرے کے فتوا پر عمل کرے تو وہ بیدین ہے ۔ اور امام اہلسنت
شوکانی کتاب ارشاد الفحول کے فصل ۴ مسئلہ اول صفحہ ۱۹ چھاپہ مصر میں لکھتے ہیں کہ
جو شخص گذشتہ زمانہ میں کوئی کام کر چکا ہو اوس فعل کے مشتق کو اوس شخص پر بولنے میں
حنفیوں اور شافعیوں میں اختلاف مشہور ہے ۔ حنفی کہتے ہیں کہ یہ استعمال مجازاً ہوگا ۔
اور شافعی کہتے ہیں کہ حقیقتہً ہوگا " باوجود اسکے کہ رازی صاحب بھی شافعی تھے
اور ان پر لازم تھا کہ اپنے مجتہد کے فتوا کے مطابق کہتے کہ خلیفۂ اول اور دوم پر ایمان
کے بعد بھی بطور حقیقت کے لفظ ظالم بولنا صحیح ہے لیکن چونکہ اس پابندی سے ان
دونوں کی خلافت مٹ رہی تھی اسلئے مقلد شافعی نے ابو حنیفہ کے فتوا پر عمل کیا ۔ اور اس
استعمال کی صحت سے انکار کیا ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ حالانکہ اس
استعمال کی صحت اس طرح بدیہی اور روشن ہے کہ امام شوکانی باوجودیکہ حنفی تھے اس
استعمال کو حقیقی بناتے ہیں لکھتے ہیں کہ والحق ان اطلاق المشتق علی الماضی
الذی قد انقطع حقیقۃ لاتصافہ بذالک فی الجملۃ یعنی حق یہ ہے کہ
مشتق کا استعمال اوس فعل کے فاعل پر جو گذر چکا بطور حقیقت کے ہے کیونکہ وہ فاعل
اس فعل کے ساتھ گذشتہ ہی زمانہ میں سہی متصف ہو چکا ہے " اور لفظ حق باطل کے
مقابل میں بولا جاتا ہے ۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ اس استعمال کے حقیقی ہونیسے انکار
کرنا باطل ہے " میں عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ اس مسئلہ میں شیعے اور شافعی ہمخیال
ہیں اور بقول امام شوکانی حنفی کے حق ان کے ساتھ ہے ۔ لیکن خاص مسئلہ خلافت
وامامت کی قابلیت اور عدم قابلیت کو طے کرنے کیلئے ہمیں مسئلہ صدق مشتق میں
کاوش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آیت لا ینال عہدی الظالمین کا
صاف معنی یہ ہے کہ جو شخص کسی زمانہ میں ظالم ہو چکا اور یہ لفظ اوس پر صادق آ چکا
(بولا) جا چکا ہو اوس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خلافت اور امامت کی قابلیت
جاتی رہتی ہے ۔ اور اس بات کو آیت لا ترکنوا الی الذین ظلموا اچھی طرح
کھول دے رہی ہے کیونکہ اس میں ظلموا ماضی کا صیغہ لایا گیا ہے ۔ اور اگر
خواہ مخواہ اس کو مسئلہ صدق مشتق ہی کی بحث سے طے کرنا چاہیں تو یوں کہونگا کہ ہر

اوس ذات پر جس سے کوئی فعل صادر ہوچکا ہو اوس فعل کے مشتق (اسم فاعل۔ اسم مفعول وغیرہ) کو بلحاظِ حالِ تلبس یعنی زمانۂ صدور فعل ہر زمانہ میں حقیقت کے طور پر بول سکتے ہیں۔ یعنی آج اوسکو مثلاً ظالم۔ زانی۔ سارق (چور) وغیرہ کہینگے اور اوس زمانہ کی طرف اشارہ کرینگے[ب] جس میں وہ اوس فعل کا مرتکب ہوا تھا اور یہ استعمال بطور حقیقت کے ہے۔ کیونکہ بلحاظِ حالِ تلبس واتصاف ہے۔ اور دنیا کے عام محاورہ کا دارومدار اسی پر ہے۔ اور سزا وجزا اسی پر جاری ہے۔ عجائب میں سے یہ ہے کہ رازی صاحب لکھتے ہیں کہ کل فقہا اور متکلمین نے کہا ہے کہ اس آیت کے رو سے فاسق امام (پیشنماز) اور قاضی نہیں ہوسکتا[ج]۔ اور شیعوں نے کہا ہے کہ یہ آیت چاہتی ہے

ب آج ۱۳۳۶ ہجری میں؟ زمانۂ ظلم یعنی ۱۱ھ کیطرف اشارہ کرکے ☜ ظالم ۱۱ھ والا پیشوا نہیں ہوسکتا"۔ ۱۲ م

ج (اہلسنت) فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ابوبکر رازی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ فاسق خلیفہ اور امام ہوسکتا ہے لیکن قاضی نہیں ہوسکتا" حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ امام موصوف عدالت کو دونوں میں شرط جانتے تھے ایسے کلام کی نسبت امام صاحب کی طرف نہیں دیجاسکتی۔ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص خلیفہ ہوجائے اور اوسکی حدیث قبول نہ کیجائے اور اوس کا حکم جاری نہ ہوسکے میں عرض کرتا ہوں کہ امام صاحب کی طرف اس کلام کی نسبت درست ہے محض عیب اور قباحت کی وجہ سے کسی کلام سے انکار یا اوسکا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ حنفی فرقہ کے امام محمود عینی شرح کنز الدقائق جلد ۲ صفحہ ۶ سطر ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ فاسق بدون اختلاف امام ہوسکتا ہے اور فسق کی وجہ سے معزول نہیں ہوسکتا"۔ اور اس فرقہ کے امام نسفی کنز الدقائق میں لکھتے ہیں کہ فاسق میں قاضی بننے کی اہلیت ہے لیکن لاینبغی ان یقلد۔ ینبغی کے بعد ان کے امام طائی حنفی نے لفظ وجوباً بڑھایا ہے۔ اور کنز مذکور کی شرح معدن الحقائق میں یقلد کی شرح یجعل قاضیاً کیگئی ہے۔ پس اسکا معنی یہ ہے کہ اگرچہ اہلیت ہے لیکن واجب ہے کہ قاضی نہ بنایا جائے۔ اور امام عینی یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر قاضی کا فسق معلوم ہوجائے تو فسق کے زمانہ میں جسقدر فیصلے کئے ہیں سبکو باطل کردینا چاہیئے"۔ پس معلوم ہوگیا کہ امام صاحب کی طرف نسبت غلط نہیں ہے بلکہ عدالت کو شرط جاننے کی نسبت غلط ہے عدالت کی شرط کیسے کرسکتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ اس شرط کے بڑھانے سے خلفاء کی خلافت باطل ہوجائیگی۔ ۱۲ م

کہ امام (وصیِ رسول) ظاہراً اور باطناً معصوم ہو لیکن ہم لوگوں (اہلسنت) نے باطنی عصمت کو چھوڑ دیا ہے اور (خلافت و امامت میں) صرف ظاہری عصمت کو (بے دلیل) کافی سمجھا ہے [1] لیکن اختیار کیا ہے ایسوں کو جو ظاہری عصمت سے بھی محروم تھے بشہادت واقعات بعد سرور عالمؐ۔

(چوتھا فائدہ) اخلاق لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (میرا عہد ظالموں تک نہ پہونچیگا) اس آیت میں ظالم کی سزا کو نفیِ منصبِ امامت میں منحصر کردینا مقصود نہیں ہے یعنی یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے کہ ظالم کی سزا صرف یہ ہے کہ امام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ظلم کی وجہ سے ظالم میں جو باطنی برائی پیدا ہو جاتی ہے اوسکے بہت سے آثار ہیں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ دنیا اور آخرت میں دینداروں کا پیشوا نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا اثر یہ ہے کہ لوگوں کو چاہئیے کہ اوس سے کنارہ کش اور متنفر رہیں جسکو آیت کریمہ لَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ظاہر کر رہی ہے اور تیسرا اثر یہ ہے کہ جہنم میں ڈالا جائیگا جسکو آیت مبارکہ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ بتا رہی ہے یعنی جنلوگوں نے ظلم کیا ہے اونہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس جگہ (جہنم میں) لوٹائے جائینگے (اگر بغیر توبہ کئے ہوئے مرگئے) اور اسکی برائی میں آیتیں اور حدیثیں بے شمار ہیں۔ آیتیں نمونہ کے طور پر دو تین لکھدی گئیں رہ گئیں حدیثیں [1] حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک گھنٹہ انصاف کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے جسمیں دنوں کو روزے رکھے اور راتوں کو نمازیں پڑھے اور ایک گھنٹہ ظلم کرنا ساٹھ برس گناہ کرنے سے بدتر اور سخت تر ہے ابو رواحہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ نہروان سے فارغ ہوئے تو ایک پرانی کھوپری کو ملاحظہ کیا اوسکو منگایا اور چھڑی سے حرکت دیکر فرمایا کہ بتا تو کون ہے فقیر تھا یا مالدار بدکار تھا یا نیکوکار بادشاہ تھا یا رعیت۔ پس اوسنے بزبانِ فصیح جواب دیا کہ! اے امیر المومنینؑ میں ظالم بادشاہ تھا میں پرویز بن ہرمز شاہنشاہ ہوں پورب سے پچھم تک میدان اور پہاڑ اور خشکی اور دریا پر حکومت کی۔ ایک ہزار شہر فتح کئے۔ اور اون شہروں کے ایک ہزار بادشاہوں کو قتل کیا اور پچاس شہر

آباد کئے۔ اور ایک لاکھ کنواری لڑکیوں سے ہمبستری کی۔ اور ایک ہزار ترکی اور امنی غلام خرید کئے۔ اور بادشاہوں کی ستر ہزار لڑکیوں سے شادی کی۔ اور دنیا کے ہر بادشاہ پر غالب رہا اور اوسکے متعلقین پر ظلم کیا۔ پس جب ملک الموت میرے پاس آئے تو مجھ سے کہا کہ اے ظالم اور سرکش تونے حق کی مخالفت کی۔ تو میرے اعضا کانپنے لگے۔ میرے قید خانہ میں ستر ہزار اولاد سلاطین تھے جو رہا کئے گئے جب ملک الموت نے میری روح قبض کی تو اہل زمین نے میرے ظلم سے نجات پائی اور میں ہمیشہ کیلئے جہنم میں معذب ہوں مجھ پر خدا نے ستر لاکھ فرشتہ عذاب مسلط کر دیئے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کے کوڑے ہیں کہ اگر زمین کے پہاڑوں پر ماریں تو وہ شعلہ ور ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ انمیں سے جب ایک فرشتہ کوڑا مارتا ہے تو میں جل جاتا ہوں۔ پس خدا مجھے پھر زندہ کرتا ہے۔ اور اپنے بندوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے برابر عذاب کرتا رہتا ہے۔ اور اسی طرح مجھ پر اسقدر سانپ اور بچھو مسلط کئے گئے ہیں جسقدر میرے بدن میں بال ہیں جو مجھے ڈستے اور ڈنک مارتے رہتے ہیں۔ اور وہ سانپ اور بچھو مجھ سے کہتے ہیں کہ یہ بندگان خدا پر ظلم کرنیکا نتیجہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ کھوپڑی چپ ہو گئی اور حضرت کے کل فوجی رونے اور منہ پیٹنے لگے [۲]

ظالموں کے مددگاروں کی سزا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن پکارا جائیگا کہ ظالم۔ اور اونکے مددگار۔ اور جس نے اونکے لئے دوات اور قلم درست کیا۔ اور تھیلی بنائی۔ کہاں ہیں۔ پس سب کے سب لوہے کے ایک صندوق میں بھر کر جہنم میں ڈالدیئے جائیں گے۔

ظالموں کے مددگاروں کی سزا

---

[۱] صاحب تاریخ اسلام تاریخ ایران فصل ۲ ص ۲۹۳ ساسانی بادشاہوں کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ پرویز بن ہرمز بڑا عیاش تھا۔ اور مولانا محمد شریف علیہ الرحمہ کتاب صدف ص ۹۲ تاریخ سلاطین طبقہ چہارم میں لکھتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے جو اسکو خط لکھا تھا تو اسنے اوسکو (بے احترامی کے ارادہ سے) پھاڑ دیا پس حضرت نے اسکے حق میں بد دعا کی۔ اسنے اڑتیس سال سلطنت کی۔ قصر شیریں اور ایوان بے ستون اسی کا بنایا ہوا ہے لیکن اوسکو پورا کرنے سے پہلے ہی (اپنے بیٹے کے ہاتھ سے) مارا گیا ۱۲م۔

[۲] لآلی الاخبار جلد ۳ باب ۱ ص ۱۹۴ - ص ۱۹۲ ۱۲م۔

(میں عرض کرتا ہوں کہ ظالمانہ حکم لکھنے اور ظالمانہ روپیہ وصول کرکے تھیلی میں
رکھنے کے لئے دوات۔ قلم تھیلی بنانا مقصود ہے) حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ
ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص ظالم بادشاہ کی طرف سے مقدمات؎ کے فیصلہ کے لئے مقرر ہو
یا اوسمیں مدد دے تو ملک الموت جب اوسکے پاس آئینگے تو لعنت خدا اور ہمیشگی
عذاب جہنم کا پیام لائینگے۔ اور جو شخص ظالموں کی (ظالمانہ) حاجتوں کو پورا کرے
وہ جہنم میں اوسکے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص ظالم بادشاہ کو ظلم کی راہ بتائے وہ ہامان
کے ساتھ رکھا جائیگا۔ اور اوس پر اور ظالم بادشاہ پر سخت عذاب کیا جائیگا۔ اور
جو شخص دنیاوی لالچ کیوجہ سے مالداروں کی تعظیم کرے خدا اوس پر غضبناک
ہوتا ہے اور اوسکو اوسی کے درجہ میں قارون کے ساتھ جہنم کے نچلے طبقہ میں رکھے گا۔
اور جو شخص ظالم بادشاہ (حاکم) کے سامنے کوڑا لاکر رکھے خداوند عالم (قیامت کے
دن) اوس کوڑے کو ستر گز کا سانپ بناکر اوسپر مسلط کر دیگا اور جہنم میں وہ اوسکو
ڈسا کریگا۔ اور جو شخص اپنے مومن بھائی کی شکایت بادشاہ (حاکم) سے کرے اور
وہ اوسکو کوئی تکلیف نہ پہونچائے تو خدا شکایت کرنیوالے کے کل اچھے اعمال کو باطل
کردیگا۔ اور اگر وہ اوسکو تکلیف پہونچائے تو خداوند عالم شکایت کرنیوالے کو ہامان
کے ساتھ اوسیکے طبقہ میں جہنم میں رکھیگا؎۱ حضرت پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ اَلظُّلْمُ
ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یعنی ظلم کیوجہ سے میدان قیامت ظالم کی آنکھوں میں
تاریک ہوجائے گا؎۲

؎ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے اس ناجائز فعل کا کفارہ ہمارے
شیعوں کے ساتھ ہمدردی اور اونکی مدد کرنا ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں اونکو حضرت نے دوسری حدیث میں
خدا کے بندوں میں اوسکا امین اور اوسکا نور فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا نور آسمان والوں کو ویسا نظر
آتا ہے جس طرح ستارے زمین والوں کو چمکتے نظر آتے ہیں اور فرمایا ہے کہ یہ بہشت کے لئے اور
بہشت ان کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۱۲م۔

؎۱ لآلی الاخبار جلد ۳ باب ۱۰ ص ۲۹۳-۲۹۴ ۔ ۱۲م

؎۲ اصول کافی باب الظلم بر حاشیہ مرآۃ العقول جلد ۲ ص ۳۱۸ ۔ ۱۲م۔

ظلم کی قسمیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جسکو خدا نہ بخشیگا اور وہ شرک باللہ ہے۔ دوسرے وہ جسکو خدا بخشدیگا اگر جان بوجھکر شوخی اور سرکشی سے نہ کیا ہو) اور وہ اپنے اوپر ظلم کرنا ہے (جس سے کسی دوسرے کا حق برباد نہ ہو) جیسے نماز نہ پڑھنا۔ تیسرے وہ جسکی وجہ سے (بغیر سزا کئے) نہ چھوڑے گا اور وہ دوسروں پر ظلم کرنا ہے[۱] خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (بیشبہہ خدا مشرک کو نہ بخشیگا اور اسکے سوا دوسرے گناہوں کو جسکے لئے چاہیگا بخشدیگا۔ لوگوں پر کچھ تو صرف حقوقِ خدا ہیں اور کچھ حقوقِ بندگانِ خدا۔ بندوں کے حقوق کے ساتھ خدا کے حقوق بھی ہوتے ہیں کیونکہ اوسکا حکم ہے کہ اون کی حفاظت کیجائے۔ پس صرف حق اللہ کے ضایع کرنیوالے صرف ایک گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور حق الناس کے ضایع کرنیوالے دو گناہوں میں۔ ایک حق خدا کی مخالفت کا گناہ۔ دوسرے حق الناس کے برباد کرنیکا گناہ۔ پس خدا نے آیت مذکورۂ بالا میں اوس گناہ کے بخشنے کا وعدہ کیا ہے جو صرف اوسکے حق کی بربادی سے حاصل ہوا ہے۔ وہ بھی اوسکے لئے جسکے لئے وہ چاہیگا۔ اور عقلاً و نقلاً اس کا استحقاق وہی شخص رکھتا ہے جو شوخی اور شورپشتی سے مرتکب نہ ہوا ہو۔ بلکہ بھول چوک۔ غفلت۔ جہالت کیوجہ سے مرتکب ہوا ہو۔ اور جسنے شورپشتی کی ہو وہ بخشائش کا مستحق نہیں ہے مگر یہ کہ سچے دل سے توبہ کرے۔ رہ گئے وہ لوگ جنھوں نے حق الناس اور اسکے ضمن میں حق اللہ کو بھی برباد کیا ہے تو خدا چونکہ انصاف ور ہے اسلئے جب تک صاحب حق نہ بخشیگا خدا بھی نہ بخشیگا۔ اسیوجہ سے بعض حدیثوں میں ہے کہ حق الناس حق اللہ سے زیادہ سخت ہے (کیونکہ اسکی وجہ سے ایک تو دو حق برباد ہوتے ہیں۔ دوسرے انسان زیادہ تر غیظ و غضب کیوجہ سے بخشنے میں بخل اور تامل کرتے ہیں۔ اور خدا غفور الرحیم ہے۔ ان کے بخشنے کی امید کم ہے۔ اوسکے بخشنے کی امید زیادہ ہے) پس انسان کو چاہیئے کہ تینوں قسم کے ظلموں سے بچتا رہے کیونکہ کوئی نہیں جانتا

---

[۱] اصول کافی باب ظلم برحاشیہ مرآۃ العقول جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ ۱۲م۔

کہ آیا اون لوگوں میں داخل ہے جنکے لئے خدا نے وعدہ کیا ہے یا نہیں۔ اور نہیں جانتا کہ اوسکے گناہ کی نوعیت کیسی ہے ہوسکتا ہے کہ اسکی نگاہ میں اسکا گناہ معمولی ہو اور خدا کی نگاہ میں عظیم۔ اسی بنا پر معصوم ارشاد فرماتے ہیں کہ چھوٹے گناہ کو چھوٹا اور بڑی عبادت کو بڑی نہ سمجھو۔

(پانچواں فائدہ) فقہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (مقام ابراہیمؑ میں مصلے بناو۔ نمازیں پڑھو) ظاہری تفسیر کی حدیثوں میں صحیحہ صفوان میں گذر چکا کہ طواف واجب کی نماز مقام ابراہیم کے سوا دوسری جگہ نہیں پڑھ سکتے۔ ۱۲ وَعَهِدْنَا سے اَلسُّجُوْدِ تک (ہمیں نے ابراہیمؑ اور اسماعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر (خانہ کعبہ) کو طواف اور اعتکاف کرنیوالوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے پاک کرو یا پاک رکھو) ظاہری تفسیر کی آخری حدیث میں ذکر کیا گیا کہ جب تک پسینہ وغیرہ کی گندگی دفع نہ کرلیں مکہ (یا خانہ کعبہ) میں داخل نہ ہوں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ۱۲۶ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ۱۲۷

(الفاظ کے معانی) وَ۔ اور + اِذْ۔ جب + قَالَ۔ کہا + رَبِّ۔ میرے پالنے والے + اِجْعَلْ۔ قرار دے۔ بنا دے۔ کر دے + هٰذَا۔ اس + بَلَدًا۔ شہر + اٰمِنًا۔ پناہ دینے والا۔ پناہ کی جگہ + اُرْزُقْ۔ رزق دے + اَهْلُ۔ لوگوں + هٗ۔ اوس + مِنْ۔ سے + ثَمَرٰتِ۔ پھلوں + مَنْ۔ جو شخص + اٰمَنَ۔ ایمان لائے + هُمْ۔ اون لوگوں + بِ۔ ساتھ + يَوْمُ۔ دن + يوم آخر۔ قیامت کا دن + كَفَرَ۔ کفر اختیار کرے۔ کافر ہو جائے + فَ۔ پس + اُمَتِّعُ۔ فائدہ اوٹھانے دونگا + قَلِيْلًا۔ تھوڑا + ثُمَّ۔ اوسکے بعد۔ پھر + اَضْطَرُّ۔ مجبور کرونگا + اِلٰى۔ طرف + عَذَابِ۔ سزا۔ تکلیف + نَارِ۔ آگ۔ جہنم + بِئْسَ۔ برا۔ بری +

اسلئے خاص کیا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے کلام پاک لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ سے اونکو آگاہ کردیا تھا کہ اون کی نسل میں ظالم (کافر) ہونگے پس اپنی دعا میں بلحاظ ادب باآداب خدا خاص کرکے مومنوں ہی کیلئے رزق کی خواہش کی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اونھوں نے خیال کیا کہ اگر کفار کیلئے رزق کی دعا کرینگے تو مکہ میں اونکی کثرت ہو جائیگی اور فساد کرینگے اور ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو حج کرنے سے بھی روکیں۔ اس لئے خاص مومنوں ہی کو ذکر کیا۔ وَمَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُہٗ قَلِیْلًا یعنی مومنوں کے متعلق تمھاری دعا قبول کی گئی۔ لیکن جو شخص کفر اختیار کریگا اوسکو جو رزق دونگا اوس سے اوسکی زندگی ہی بھر اوسکو فائدہ اوٹھانے دونگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ دنیا میں زندگی کی لذت اوٹھانے دونگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ظہور محمدؐ تک اوسکو رزق اور امن سے فائدہ اوٹھانے دونگا۔ اونکے ظہور کے بعد اگر وہ کفر پر باقی رہا تو وہ اوسکو قتل کرینگے یا مکہ سے نکالدینگے۔ ثُمَّ اَضْطَرُّہٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ پھر آخرت میں اوسکو جہنم وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بری جگہ میں ڈالدونگا۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ اس آیت میں خداوند عالم حضرت ابراہیمؑ کے خانہ کعبہ بنانیکی کیفیت کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ اور قواعد سے وہ بنیاد (نیوں) مقصود ہے جو اس نیوں کے قبل تھی۔ ابن عباس اور عطا نے کہا ہو کہ کعبہ کو پہلے

ف (آریہ) آریہ جماعت کے محقق (اپنے منہ میاں مٹھو) نے آیت کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ کیا کعبہ کے پہلے مقدس جگہ خدا نے کوئی بھی نہیں بنائی تھی۔ اگر بنائی تھی تو کعبہ کے بنانیکی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر نہیں بنائی تھی تو پہلے پیدا ہوئے لوگوں کو محروم رکھا تھا خدا کو مقدس جگہ بنانیکی یاد نہ رہی تھی (ستیارتھ پرکاش سلاس ۱۴ ص ۶۸۲) پہلا جواب نقضی یہ ہے کہ آریوں کی چاروں مقدس کتابوں میں سب سے پہلے رگوید لکھی گئی۔ باقی وید ونمیں ٹونہ۔ ٹوٹکا۔ جنتر۔ منتر۔ گالی۔ کوسا وغیرہ رگوید کے مضامین پر بڑھاکر مستقل کتابیں بنادیگئی ہیں۔ چنانچہ سام وید میں ایکہزار پانچسو انچاس منتر ہیں جنمیں صرف اکھتر اضافہ کے ہیں باقی کل رگوید کے۔ اسی طرح یجروید کا بڑا حصہ رگوید سے لیا گیا ہے اسلئے پس میں یہ پوچھتا ہوں کہ آخری تینوں کتابوں میں جو مضامین بڑھائے گئے ہیں یہ مضامین رگوید میں تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر آخری کتابوں کو جدا لکھنے کی لغو حرکت آریوں کے ایشور یا رشیوں۔ عہر شیوں نے کیوں کی۔ اور اگر نہیں تھے تو ان مقدس مضامین سے اگلے لوگ کیوں محروم کئے گئے کیا یہ مقدس مضامین

ف دیکھو کتاب وید اور اونکی تعلیم ص ۲۲۶ ۔ ۱۲

(بقیہ مضمون ص ۷۲۱ پر ملاحظہ ہو)

زرّیں فہرست اراکین نمبر ۱ مخدرۂ علیا عصمت مآب عالیجناب منجھلی بٹیا صاحبہ دام اقبالہا قادر پور بارہ بنکی نمبر ۲ عالیجناب سید حشمت علی صاحب رئیس و ممبر دارالعلوم ضلع بستی نمبر ۳ عالیجناب مولانا شیخ محسن شیخ ہبۃ اللہ صاحب بھنڈی بازار بمبئی نمبر ۴ عالیجناب سید علی رضا شاہ صاحب مولوی مجسٹریٹ جاگیردار خیرپور میرس نمبر ۵ عالیجناب مولوی سید نذر حسن صاحب صدر الافاضل گوپال پور باقر گنج سارن نمبر ۶ عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب تحصیلدار ریاست عالیہ محمود آباد نمبر ۷ عالیجناب نواب سید علی سجاد صاحب متولی وقف اسٹیٹ پٹنہ نمبر ۸ عالیجناب سید زوار حسین صاحب رئیس اعظم سنبھل ہیڑا مظفر نگر۔

زرّیں فہرست معاونین نمبر ۱ عالیجناب سید طفیل احمد صاحب مختار عدالت ہکور ضلع بستی نمبر ۲ عالیجناب سید محمد عباس صاحب داروغہ کتبخانہ ریاست عالیہ محمود آباد نمبر ۳ عالیجناب نواب سید قیصر حسین صاحب کانپور نمبر ۴ عالیجناب اکبر حسین صاحب نذری والا بمبئی نمبر ۵ عالیجناب حاجی محمد جعفر حاجی ناصر صاحب بمبئی نمبر ۶ عالیجناب داؤد بھائی حاجی ناصر ماوجی بمبئی نمبر ۷ عالیجناب ماسٹر الٰہی بخش صاحب بغدادی کراچی نمبر ۸ عالیجناب سیٹھ غلام علی صاحب گلا کراچی نمبر ۹ عالیجناب حاجی جیٹھا بھائی گوکل کراچی نمبر ۱۰ عالیجناب سردار کرنل محمد جعفر خانصاحب رئیس اعظم ملتان نمبر ۱۱ عالیجناب راجہ مسعود الحسن صاحب علیگڈھ نمبر ۱۲ عالیجناب سید اشفاق حسین صاحب آگرہ نمبر ۱۳ عالیجناب حاجی مرزا فتح علی خانصاحب علوی کراچی۔

شکریۂ ممبران حسب ذیل حضرات نے اس ماہ تک اپنا چندہ ادا فرما کر متشکر فرمایا امید ہے کہ باقی حضرات بھی جلد از جلد اپنا چندہ ارسال فرما کر متشکر فرمائینگے۔ نمبر ۱ جناب سید علی حیدر صاحب رائچور دکن نمبر ۲ جناب مولوی سید صابر حسین صاحب متعلم ناظمیہ لکھنؤ نمبر ۳ جناب مہدی حسن صاحب بہلول بارہ بنکی نمبر ۴ جناب سید فقیر حسین صاحب بخاری علی گڈھ نمبر ۵ جناب سید محمد علی صاحب رئیس ہیلیڑا مظفر نگر نمبر ۶ جناب مولانا سید حسن صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ نمبر ۷ جناب سید محمد جعفر صاحب جعفری آنریری مجسٹریٹ بھیرٹیو پور نمبر ۸ جناب سید شمیم الحسنین صاحب ککرولی مظفر نگر نمبر ۹ جناب سید صابر حسین صاحب نقوی الہ آباد نمبر ۱۰ جناب حاجی فتح علی خانصاحب مرزا علوی (معاون) کراچی نمبر ۱۱ جناب سید محمد امیر صاحب داروغہ کھجوہ سارن نمبر ۱۲ جناب ملا محمد علی صاحب ڈلہوزی پنجاب نمبر ۱۳ جناب مولانا سید خورشید حسن صاحب قبلہ پیشنماز گیا نمبر ۱۴ جناب چودھری سید محمد تقی صاحب زمیندار جعفر پور الہ آباد نمبر ۱۵ جناب سید طالب حسین شاہ صاحب چکڑالہ میانوالی پنجاب نمبر ۱۶ جناب سید انصار حسین صاحب گڈس کلرک کانپور نمبر ۱۷ جناب محمد اسحاق صاحب پٹواری بھاولپور نمبر ۱۸ جناب ملک رستم صاحب کیانی سشن جج کیمبل پور پنجاب نمبر ۱۹ جناب نواب ہدایت حسین خانصاحب فرخ آباد نمبر ۲۰ جناب سید نذر حسین شاہ صاحب زیارت الملک نمبر ۲۱ جناب منشی غلام حسین خانصاحب انڈلو لودھیانہ نمبر ۲۲ جناب حکیم مولوی محمد بخش صاحب تہیم دلیوالہ نمبر ۲۳ جناب سید ابوالحسن صاحب سب انسپکٹر سیہ مئو کانپور نمبر ۲۴ جناب سید حبیب الحسن صاحب مندراپالی نمبر ۲۵ جناب سید حامد حسین صاحب مترجم الہ آباد سے۔

انکشافات:- ہومیوپیتھی کا علاج کیوں قابل ترجیح ہے اور اوسکو کیونکر کرانا چاہیئے۔ ایک واقفکار ہومیوپیتھ کی تصنیف ہے جس کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے قیمت ۴ محصولڈاک معاف۔ ہمدرد ہومیوپیتھک دواخانہ نمبر ۱۴ کولہن ٹولہ اسٹریٹ الہ آباد۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۴۵۵

مصنفات جناب مفسر قرآن مجید مصنف انوار القرآن

مرشد امت و قسطاس خلافت

اس بے نظیر کتاب کی تصنیف ۱۳۳۲ھ میں ختم ہوئی۔ یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اسکے اکثر مضامین ایسے ہیں جو آجتک لکھے نہیں گئے۔ اسکی تعریف کیلئے صرف اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام مصنف تفسیر انوار القرآن مدظلہ العالی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اسمیں صحاح ستۂ اہلسنت کی دو مسلّم حدیثوں (دتر از و) کے مضمون سے بحث کیگئی ہے۔ ایک یَکُوْنُ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً وَکُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ یعنی حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہونگے اور کل قریشی ہونگے۔" اسکے ذیل میں دکھایا گیا ہے کہ اہلسنت بارہ قریشی خلیفہ معین اور ثابت نہ کر سکے۔ اور دوسری حدیث کُلُّھُمْ یَعْمَلُ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ یعنی حضرت نے فرمایا کہ ان قریشی خلفاء کی پہچان یہ ہوگی کہ ہدایت اور دین حق پر عمل کرتے ہونگے۔" اسکے ذیل میں ثابت کیا گیا ہے کہ ۹۶ شخصوں میں سے جنکے استحقاقِ خلافت کیلئے اونکے نام اسلامی کتابوں میں مذکور ہیں بجز ۱۲ ائمہ اہلبیتِ معصومین کے یہ پہچان کسی پر مطابق نہیں ہے۔

یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد ۲۹۰ صفحہ ہے۔ جسمیں بارہوں ائمہؑ کی تعریفیں اور مذکورہ بالا پہچان کا اونپر مطابق ہونا کتب اہلسنت سے ثابت کیا گیا ہے اور دوسری جلد ۱۵۰ صفحہ ہے جسمیں صرف وہی آیتیں لکھی گئی ہیں جو صحابہ کی عدم قابلیتِ خلافت کو ثابت کرتی ہیں۔ اور تیسری جلد ۴۲۶ صفحہ ہے جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ مذکورہ پہچان خلیفۂ اول پر مطابق نہیں ہے اور اونکے خاص خاص حالات سے اونکی عدم قابلیتِ خلافت ثابت کیگئی ہے۔ اور چوتھی جلد ۷۴۰ صفحہ ہے اسمیں خلیفہ دوم اور خلیفہ سوم اور خلفاء بنو امیہ اور بنو عباسیہ کی عدم قابلیتِ خلافت ثابت کیگئی ہے اور ان لوگوں کے خاص خاص حالات ثبوت میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور ان چاروں جلدوں میں سلسلہ یہ رکھا گیا ہے کہ پہلی جلد میں ائمۂ اہلبیت کی تعریف اور قابلیت خلافت؟ قرآن۔ حدیث۔ باقی مجوز خلفاء۔ علماء اہلسنت۔ عام اہلسنت۔ دشمنان اہلبیتؑ کی زبان سے بیان کیگئی ہے۔ اور باقی جلدوں میں باقی ۸۵ مجوز خلفاء کی مذمت اور عدم قابلیتِ خلافت؟ قرآن حدیث۔ زبانِ خلفاء مجوز۔ زبانِ علماء اہلسنت۔ بیان عام اہلسنت سے ثابت کیگئی ہے اور اثناء کتاب میں نہایت مضبوط ثبوت کیساتھ بہت سے نئے مضامین اور خاص کر کے مندرجۂ ذیل مضامین لکھے گئے ہیں ۱ حضرت علیؑ کے دوست مرتد کہلاتے ہیں اور اونکے دشمن مسلمان ۲ یارِ غار نے حضرت سرور عالمؐ کا خود پیچھا کیا تھا اور اس فعل میں نیت اونکی اچھی نہ تھی ۳ پیشمازی کا ثبوتِ خلافت ہونا چوبیس دلیلوں سے باطل ہے ۴ سقیفہ کی کارروائی منافقوں کے ہاتھوں انجام پائی ۵ اس کارروائی کیلئے زمانۂ حضرت رسولؐ ہی میں ۴۴ قبیلوں نے آپسمیں قسم کھائی تھی کہ علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دیں ۶ خمس اور مال فدک کن پیٹوں میں ہضم ہوتا تھا ۷ حدیث فدک یعنی نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کارروائی سقیفہ کے وقت وجود نہیں رکھتی تھی اسکو جاحظ اور ابو العیناء نے بنایا ہے۔ ۸ اولادِ رسولؐ فاقہ کرتی تھی اور خلفاء کے اعزہ اور بہی خواہ مالدار بنا دیئے گئے تھے اور انمیں سے ہر ایک کی مالیت کی تفصیل ۹ انکے علاوہ بہت سے ایسے مضامین کی کامل تحقیق کیگئی ہے جو مناظرہ کی دوسری کتابوں میں سرسری لکھے گئے ہیں یہ کتاب اپنے رنگ میں بالکل نئی ہے اور اسکے مضامین کتب اہلسنت سے لئے گئے ہیں اسکی تعریف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے تحریر میں نہیں آسکتی۔ ایکہزار درخواستیں آنے پر اسکی اشاعت شروع کیجائیگی او سوقت تک خدا کاغذ کا سامان بھی کردیگا۔ چاروں جلدوں کی طباعت میں تین چار ہزار روپیہ لگے گا......

زریں فہرست معاونین	زریں فہرست اراکین
(۱) جناب حاجی غلام علی صاحب بہادر نجات بھاؤنگر کاٹھیاواڑ گجرات (۲) جناب ڈپٹی سید علی احمد صاحب ماسٹر علی گڑھ (۳) جناب سید محمد حسین صاحب مترجم ہائی کورٹ الہ آباد	(۱) جناب حاجی محمد جعفر شریف دیوجی ممباسا آفریقہ (۲) خانبہادر جناب میر حسن شاہ صاحب جموں (۳) جناب سید اکبر شاہ صاحب ممباسا افریقہ (۴) جناب نواب سید علی سجاد صاحب متولی وقف گلزار باغ پٹنہ

الشمس

نمبر ۱ و ۲ | ماہ محرم الحرام وصفر المظفر سنہ ۱۳۵۸ھ | جلد ۲۲

شکریہ ممبران دائرہ تحقیق

اس ماہ میں حسب ذیل حضرات ممبران نے ۱۳۵۸ھ ہجری کی فیس ممبری عنایت فرماکر شکر گذار فرمایا۔ امید ہے کہ بقیہ حضرات ممبران بھی اپنی اپنی فیس ممبری بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد روانہ فرماکر شکر گذار فرماینگے۔

(۱) جناب حاجی محمد جعفر حاجی شریف دیوجی ممباسہ ایسٹ افریقہ صعہ (۲) جناب حاجی مرزا عاشق حسین صاحب سیتاپور ہے، (۳) جناب سید مظاہر حسین صاحب رضوی شاملی ضلع مظفرنگر ہے، (۴) جناب میر شبیر علی صاحب کورٹ انسپکٹر عثمان آباد حیدرآباد دکن ہے، (۵) جناب خان بہادر چودھری سید ارشاد حسین صاحب تعلقدار رودولی ضلع بارہ بنکی ہے، (۶) جناب سید اشفاق حسین صاحب مجہ باہ ضلع آگرہ ہے، (۷) جناب حاجی مولوی محمد کرم خاں صاحب خلیفہ باب حیدرآباد دکن ہے، (۸) جناب سید محمد خلیل صاحب مرد ہوی محرر بھکنڈہ دکن ہے، (۹) جناب مولوی مرزا علی بہادر صاحب فرسٹ تعلقدار حیدرآباد دکن ہے، (۱۰) جناب شاہزادی [illegible] بیگم صاحبہ بنارس ہے، (۱۱) جناب سید شاہ حسین صاحب رضوی بمبئی ۱۰ انڈیڈ ہے، (۱۲) جناب مولوی سید ریاست حسین صاحب جعفری سیتاپور ہے، (۱۳) جناب شیخ خیرات حسین صاحب [illegible] الہ آباد ہے، (۱۴) جناب حکیم مرزا سید زین العابدین صاحب بھاگلپور [illegible] صاحب نقوی ملتان ہے، (۱۵) جناب محمد ابراہیم صاحب چیف جسٹس ہاؤس [illegible] شیرازی صاحب متولی امام باڑہ ہوگلی ہے، (۱۶) جناب منشی احمد خان صاحب

انکے علاوہ بہت سے ایسے منف
ائل نہی ہے اور اسلئے مضامین
بر اسلی اشاعت دع کیجائیگی اوسوقت مد

رہنے میں دخل رکھتی ہو اور اسی معنی سے خداوند حکیم و رحیم و کریم بر لطف و مرحمت کی راہ سے واجب ہے کہ اپنے بندوں (عورت ـ مرد ـ بچے ـ جوان ـ بڈھے ـ مومن ـ کافر ـ انسان ـ حیوان ـ نباتات یعنی زمین سے اوگنے والی چیزوں ـ جمادات یعنی زمین اور اوس کے اجزا (جیسے پتھر ـ لوہا ـ سونا ـ چاندی وغیرہ) کے ساتھ وہی کرے جو اوسکے لئے اصلح ہو یعنی اوسکو درست رکھے اور بگڑنے سے بچائے اور ایسا ہی کرتا بھی ہے عالم کی موجود چیزوں میں ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جس کے ساتھ اصلح کی رعایت نہ کرتا ہو ـ اور اوس کا انصاف اور رحم اور کرم اور سب کا معبود اور خالق اور بادشاہ اور آقا ہونا اور سب کا اوسکی مخلوق اور رعیت اور بندہ و غلام ہونا یعنی اوسکی بارگاہ میں اس کی حیثیت سے مساوی اور برابر ہونا اسی کو چاہتا ہے حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ اَنَا اَعْلَمُ بِمَا يُصْلِحُ عَلَيْهِ عَبْدِيْ فَلْيَصْبِرْ عَلٰى بَلَائِيْ وَلْيَشْكُرْ نَعْمَائِيْ وَلْيَرْضَ بِقَضَائِيْ لہ یعنی میں اون چیزوں کو اچھی طرح جانتا ہوں جن پر میرے بندے درست رہ سکتے ہیں پس انکو چاہیے کہ میرے امتحان کو برداشت کریں اور میری نعمتوں کا شکریہ ادا کریں اور میرے حکم پر راضی رہیں خداوند عالم بندوں کے لئے ویسا ہی ہے جیسے طبیب مریضوں کے لئے ـ پس جس طرح طبیب ہر بیمار کو ایک حال میں نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک کے حال کے مناسب کسی کو غذا دیتا ہے کسی کو جو [illegible] کسی کو مرغی غذا دیتا ہے ـ کسی کو لطیف ـ کسی کو میٹھی دوا دیتا ہے ـ کسی کو تلخ ـ کسی کے اعضا کو چاک

(بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible]) دوسرے اصلح جزئی جو جدا جدا ہر شخص کے ذاتی اصلاح اور درستی میں دخل رکھتی ہو ـ جیسے کبھی اوس کا مالدار اور کبھی فقیر ـ اور کبھی تندرست اور کبھی بیمار ـ اور کبھی مغموم اور کبھی خوشحال ـ اور کبھی بچہ اور کبھی جوان اور کبھی بڈھا ہونا وغیرہ وغیرہ اور ہر شخص کی ہر حالت کی مصلحت جدا گانہ ہوتی ہے جس کو سمجھنا انسانی عقل سے باہر ہے اور جب اتنا سمجھ لیا کہ خداوند عالم رحیم و کریم ہے اور ماں باپ سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت رکھتا ہے اور عالم الغیب ہے تو ہر حالت کی مصلحت کو سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے ـ بس اس قدر مان لینا کافی ہے کہ بندوں کے حق میں جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا نہ اوسکی حق تلفی کرتا ہے ۱۲ منہ

لہ جواہر السنیہ باب موسیٰ صفحہ ۲۹ چھاپہ ایران بقدر حاجت ۱۲ منہ

کرتا یا کاٹ ڈالتا ہے۔ کسی کے اعضا کو سالم باقی رکھتا بلکہ اونکے فساد کو دفع کرتا۔ اسی طرح خداوند عالم بھی ہر بندہ کے ساتھ وہی کرتا ہے جو اوسکے حال کے مناسب ہے۔

اور انسان کے لئے حقیقی غنا اور اطمینانِ قلب، یہی ہے کہ خدا جیسا عالم الغیب اور کامل اور قادر اور مہربان طبیب اپنا مصلح اور ہمدرد رکھتا ہو۔ اور واقعی فقیر وہ ہے جو ایسا ہمدرد حامی نہ رکھتا ہو۔

حدیث قدسی میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اَلْفَقِیْرُ مَنْ لَیْسَ لَہٗ مِثْلِیْ طَبِیْبٌ[۱] یعنی فقیر وہ ہے جسکے لئے مجھ جیسا طبیب نہ ہو۔ **رہ گئی تشریعی حیثیت** تو اسکی دو شقیں ہیں ایک تکلیفی یعنی واجب اور حرام وغیرہ پانچوں حکموں کو بندوں پر جاری کرنا۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ اپنی معرفت اور اطاعت و فرمان برداری کو اون پر لازم کرنا۔ دوسری وضعی یعنی اچھے اور بُرے اعمال کا بدلا اچھا اور بُرا بدلا دینا۔ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی (پ ۱۱ سورہ یونس آیت ۲۶) یعنی اچھا کام کرنے والوں کے لئے اچھا بدلا ہے وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّئَاتِ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا (پ ۱۱ سورہ یونس آیت ۲۷) یعنی جن لوگوں نے بُرا کام کیا ہوگا اونکو ویسا ہی بدلا دیا جائیگا۔ اور حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے اِبْنَ اٰدَمَ کُنْ کَیْفَ شِئْتَ کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ اے فرزند آدم جو جی چاہے بنکر رہو لیکن یہ سمجھ لو کہ جیسا کروگے ویسا پاؤگے۔ اور اصلح کلی یعنی انتظام تمام دنیا اور اصلح جزئی یعنی ہر شخص کے ذاتی انتظام کے باقی رکھنے میں بھی اس کو بہت بڑا دخل ہے۔ اسی مفصل مضمون کو متکلموں نے چند لفظوں میں یوں ادا کیا ہے کہ شکر منعم یعنی اوسکی اطاعت واجب ہے۔ اسکی مصلحتوں کو سمجھنے کے لئے بہت تھوڑا سا غور کافی ہے مثلاً خداوند حکیم نے جو غسلوں میں سے بعض کو واجب اور بعض کو مستحب کیا ہے اوسکی مصلحت یہ ہے کہ اس سے وہ گندگی اور کثافت دفع ہوتی ہے جو لوگوں کے نفرت کا سبب ہے اور جسکے باقی رہنے سے انسان کسی کے پاس بیٹھنے کے قابل نہیں رہتا۔ اسی طرح پیشاب اور پاخانہ کو اچھی طرح دھو دینے کا حکم۔ پیشاب کے متعلق نئی تحقیق یہ ہے کہ بدن پر لگے رہنے سے کچھ دنوں بعد بیماریوں کے پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح ختنہ کے متعلق نئی تحقیق یہ ہے کہ غیر ختنہ شدہ کے عضو خاص میں ایک رطوبت

[۱] جواہر السنیہ باب موسیٰ ص۵۲ چھاپہ ایران بقدر حاجت ۱۲ منہ

م ترتیب وار یہ دونوں بھی پانچ اور باصطلاح ... معرفت و اطاعت انسان کو انسان بناتی اور دنیا و آخرت ... [illegible]

باقی رہ جاتی ہے جو بیماری پیدا کردیتی ہے اور اس بیماری کے مریض ڈاکٹرخانوں میں بہت آیا کرتے ہیں۔ اگر میں صرف طہارت اور نماز کی مصلحتوں کی تفصیل کرنا چاہوں تو ایک مستقل کتاب طیار ہوسکتی ہے **اور اعمال کے** اچھے اور بُرے بدلے؟ اصلح اس وجہ سے ہیں کہ اگر معلوم ہوجائے کہ اچھے اور بُرے اعمال کرنے والوں میں آخرت میں کوئی فرق نہ کیا جائیگا بلکہ بہشت یا دوزخ میں دونوں ایک ہی حال میں رکھے جائیں گے تو دنیا میں بہت سے لوگ اچھے اعمال چھوڑ بیٹھیں گے اور بُرے اعمال میں بے خوف و ہراس مشغول ہوجائینگے اور دنیا کا انتظام درہم و برہم اور فتنۂ عظیم برپا ہوجائیگا **یہیں سے** یہ بھی معلوم ہوگیا کہ محقق طوسی علیہ الرحمہ کی یہ فرمائش درست نہیں ہے[ع] کہ اَلْاَصْلَحُ قَدْ یَجِبُ[۱] یعنی مناسب حال

ع اس فرمائش کی نادرستی کا سبب یہ ہے کہ اَلْاَصْلَحُ قَدْ یَجِبُ سے مقصود اون کا یہ ہے کہ بامصلحت کام کو خدا کبھی کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا۔ **اور ایسا خیال** خداوند حکیم کی مقدس ذات کے لئے معیوب اور قبیح فعل کو تجویز کرنا ہے کیونکہ بندوں کے حق میں اصلح یعنی مناسب اور بھلائی کے کام کو چھوڑنا یا نامناسب کو اختیار کرنا ہے۔ اور نامناسب کا اختیار کرنا ہر سمجھدار انسان کے لئے عیب اور ظلم ہے چہ جائیکہ حکیم علے الاطلاق کے لئے **اور اس تجویز** کا سبب اشاعرہ کے اعتراض کو دفع کرنے کی فکر ہے جو فعل اصلح کو خدا کے لئے واجب نہیں جانتے اور اعتراض اونکا یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ غیر متناہی یعنی بے انتہا مال کسی کو دینے میں مصلحت ہو اور کوئی خرابی بھی نہ ہو۔ پس اگر خدا پر اوس کا دینا واجب ہو اور دینا چاہیے تو لازم آئیگا کہ غیر متناہی چیز ایک وقت میں موجود ہوجائے حالانکہ اوس کا موجود ہونا محال ہے۔ اس لئے خدا پر واجب نہ ہوگا۔ **میں عرض کرتا ہوں** کہ اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ چونکہ غیر متناہی چیز کا ایک وقت میں موجود ہونا محال ہے اس لئے وہ ممتنع الوجود ہوگی یعنی کبھی موجود ہی نہ ہوسکیگی اور جو چیز کبھی موجود ہی نہ ہوسکے وہ ذی مصلحت بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ بھلائی سے وہی چیز موصوف ہوسکتی ہے جس کا وجود ممکن ہو **خلاصہ** یہ کہ ذی مصلحت وہی چیز ہوسکتی ہے جو امکان کی حد کے اندر ہو اور جو چیز استحالہ کی حد میں ہو وہ ذی مصلحت نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی صفت سے متصف ہونا وجود کو چاہتا ہے مثل مشہور ہے ثَبِّتِ الْاَرْضَ ثُمَّ انْقُشْ یعنی پہلے زمین کو موجود کرلو اوس کے بعد اوس پر نقش کرو۔ پس خدا کا ایسے فعل کو چھوڑنا ذی مصلحت کو چھوڑنا نہ کہلائیگا تاکہ کہا جائے کہ فائدہ کی چیز چھوڑنا اوس کے لئے جائز ہے

[۱] شرح تجرید علامہ حلی علیہ الرحمہ صـ ۱۹۲

فعل خدا پر کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتا۔ **کیونکہ** میں بہ تفصیل تمام بیان
کر آیا ہوں کہ وہ خلاف اصلح کام کبھی نہیں کرتا خواہ وہ اصلح اصلح کلی ہو یا اصلح جزئی۔ اگر
طول کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کی مستقل رد لکھتا پھر بھی بحکم مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَکُ
کُلُّهٗ یعنی جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اوس کو بالکل چھوڑ بھی نہ دینا چاہیئے۔ ایک مختصر رد
حاشیہ میں لکھ دی ہے ۳۳ **رازی صاحب** لکھتے ہیں کہ وَاتَّقُوا یَوْمًا تا آخر
یعنی خداوند عالم نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ کوئی شخص کسی کی مدد نہ کر سکیگا۔ پھر شفاعت
کے مقبول نہ ہونے کو۔ اوسکے بعد بدلا نہ لئے جانے کو بیان کیا ہے۔ اوسکے بعد
مدد نہ مل سکنے کو۔ کیونکہ عربوں کا دستور ہے کہ اونمیں سے جب کوئی شخص کسی ناپسند
چیز میں گرفتار ہو جاتا ہے تو پہلے پوری کوشش سے مقابلہ کرتے اور اوس کو چھوڑانا
چاہتے ہیں ۳۴ پس اگر دیکھتے ہیں مقابلہ کرنے اور چھوڑانے سے عاجز ہیں تو خوشامدیں
اور سفارشیں کرتے ہیں۔ پھر اگر دیکھتے ہیں کہ اس سے بھی کام نہیں چلتا اس وقت
فدیہ یعنی بدلا دیتے ہیں ۳۵ جب اس سے بھی کام نہیں چلتا تو مددگاروں سے مدد لینا چاہتے
ہیں۔ خداوند عالم نے اونکے دستور کے مطابق چاروں تدبیروں کے بیکار ہونے کو ترتیب وار
بیان کیا ہے ۳۶ **رازی صاحب** لکھتے ہیں کہ اس آیت میں شفاعت پہلے اور عدل
یعنی فدیہ اوس کے بعد ذکر کیا گیا ہے اور اسی سورہ میں ایک سو بیس آیتوں کے بعد
پہلے فدیہ اوس کے بعد شفاعت کو **وجہ اسکی** یہ ہے کہ لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) یا فائدہ کی چیز یعنی اصلح کو چھوڑ کر نامناسب کو بھی اختیار کر سکتا ہے **علامہ
حلی** علیہ الرحمۃ والرضوان شرح تجرید میں تحریر فرماتے ہیں کہ محقق علیہ الرحمہ نے ابو الحسین بصری
کا مسلک اختیار کیا ہے اور اس مسلک کا خلاصہ یہ ہے کہ بے انتہا چیز کے دینے میں اگر مصلحت ہو اور
کوئی مفسدہ (خرابی) نہ ہو تو خدا کبھی دیگا اور کبھی نہ دے گا۔ کیونکہ جو مصلحت دینے کو چاہتی ہے
اگر وہ ایسے فعل میں موجود ہو جسکے کرنے میں مشقت ہو تو یہ مشقت بمنزلہ روک کے ہوگی۔ پس مصلحت
اگر بغیر روک کے ہوگی تو خدا دے گا اور اگر روک کے ساتھ ہوگی تو کبھی دیگا اور کبھی نہ دے گا۔ **میں
عرض کرتا ہوں** کہ یہ تقریر بھی غلط ہے کیونکہ مشقت میں پڑنا ممکن کی صفت ہے اور خداوند
قادر مطلق کے افعال کو ممکنات کے افعال پر قیاس کرنا غلط ہے اوسکی شان یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ وَ

ایک وہ جو مال کو زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ جو عزت کو زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ پس پہلی قسم کے لوگ فدیہ (بدلا) دینے سے پہلے سفارش سے کام لینا چاہتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے لوگ سفارش سے پہلے فدیہ سے پس ان دونوں مقاموں میں دونوں طرح کے لوگوں کے طرز عمل کو پیش نظر رکھکر دونوں لفظوں میں ترتیب قرار دی ہے [1]

(تیسرا فائدہ) رازی صاحب لکھتے ہیں کہ عدل یوخذ منها عدل میں عدل سے فدیہ یعنی بدلا مقصود ہے (یعنی بدلا قبول نہ کیا جائیگا) اور اس مطلب کو دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے [ع] اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ [2] (سورہ مائدہ پ ۶ آیت ۴۰) یعنی یقین جانو کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اگر اون کے لئے پوری زمین کی دولت اور اوسی قدر اور بھی ہو اور وہ چاہیں کہ اوس کو قیامت کے عذاب کے بدلے میں دیدیں تو وہ اون سے قبول نہ کیا جائیگا اور اون کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **میں عرض کرتا ہوں** کہ سورہ زمر میں کَفَرُوْا کی جگہ پر ظَلَمُوْا (ظلم کیا) اور سورہ رعد میں لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ (رسول کی دعوت قبول نہ کی) ہے اور لِیَفْتَدُوْا کی جگہ پر دونوں مذکورہ سورتوں میں لَافْتَدَوْا بِهٖ ہے یعنی بدلا دینے کا ارادہ کرینگے۔

امام اہلسنت بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ زخم کھانے کے بعد حضرت عمر آہ و نالہ کر رہے تھے تو ابن عباس نے اون کو دلاسا دینا چاہا تو اونھوں نے کہا کہ اے ابن عباس میرا آہ و نالہ تمہاری وجہ سے اور تمہارے اصحاب (یعنی علیؑ اور بنو ہاشم) کی وجہ سے ہے اگر میرے لئے پوری زمین سونا ہو جاتی تو میں اوس کو عذاب خدا کے بدلے عذاب ہونے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ہے یعنی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اوس کے فعل اور حکم کو کوئی چیز نہیں روک سکتی ۱۲ منہ [1] تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ چھاپہ مصر جارون نمبر ۱۲ منہ

[ع] رازی صاحب نے اسی آیت کو یوں لکھا ہے وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ (تا آخر) لیکن قرآن میں اوسی طرح ہے جس طرح میں نے لکھا ہے اونھوں نے معہ تک سورہ مائدہ سے لیا ہے اور لیفتدوا سے آخر تک سورہ زمر سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکری اور عثمانی ترتیب میں یا تو غلطی رہ گئی تھی جسکو اونھوں نے درست کیا ہے یا تحریف قرآنی میں بزرگوں کی پیروی کرکے اس آیت کی ترتیب میں تحریف کی ہے ۱۲ منہ [2] تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۳۱ سوال ثانی ۱۲ منہ

سے پہلے دے ڈالتا [له] میں اس وقت یہ لکھنا نہیں چاہتا کہ حضرت عمر نے کیوں ایسی بات کہی جس سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں آتشوں میں سے کسی میں وہ بھی داخل تھے۔ اور نہ یہی لکھنا چاہتا ہوں کہ ایسی شبہ ناک باتوں کو چھپانا مناسب تھا لیکن زخم کی تکلیف سے خودداری نہ کرسکے اور دلی خیال روک نہ سکے۔ **بلکہ مجھے** یہاں پر دو فرقوں کے پیشواؤں کی صرف شان کو دیکھنا منظور ہے **وہ یہ کہ ایک طرف** اہلبیت رسالت کی فرمائشوں کو دیکھ رہا ہوں کہ "حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ اور ہم اہلبیت میں سے ہر شخص اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کی شفاعت کریگا۔ اور ہمارے نیکوکار شیعے اپنے اہل و عیال اور اپنے دوستوں کی شفاعت کرینگے اور ایک ایک شیعہ کم سے کم چالیس چالیس شخصوں کو بخشوا ئیگا [عه]

اور دوسری طرف حضرت ابوبکر کو دیکھ رہا ہوں کہ زمانۂ خلافت میں عذاب قیامت کے خوف سے کبھی چڑیا اور کبھی تُنبی اور کبھی درخت ہونے کی آرزو کی اور آدمی ہونے سے پچھتائے۔ اور موت کے وقت اپنی زبان اپنے ہاتھوں کھینچی اور کہا کہ اسی نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا ہے اور کہا کہ مجھے تین کاموں کا رنج ہے جن کو کر گذرا ہوں حالانکہ پسندیدہ ان کا نہ کرنا تھا (ان میں سے)، ایک یہ ہے کہ فاطمہ (علیہا السلام) کا گھر نہ کھولا ہوتا [عه] اور اوسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیا ہوتا اگرچہ وہ جنگ ہی کے ارادے سے بند کیا گیا ہوتا۔ دوسرے یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کو عمر یا ابوعبیدہ کی گردنوں پر ڈالتا کہ ان میں سے ایک امیر ہوتا اور میں اوس کا وزیر۔ تیسرے حضرت سرور عالم سے پوچھ لیتا کہ خلافت کا حقدار کون ہے تاکہ اوس سے نہ جھگڑتا [که] **اور حضرت عمر** نے بھی زمانۂ خلافت میں کبھی اپنے تُنبی ہونیکی آرزو کی اور کبھی گھاس ہونیکی اور آدمی ہونیسے پچھتائے۔

[له] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ ذکر مناقب حضرت عمر چھاپہ بمبئی ۱۲ منہ [عه] اس مضمون کی حدیثیں تھوڑا ہی قبل ذکر شفاعت میں گذر چکی ہیں [عه] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معصومہ کا گھر کھولنے میں ونکو کچھ ایسی تکلیف پہونچائی گئی جسکی وجہ سے حضرت ابوبکر کو عذاب آخرت کا خوف ہوا۔ شیعے کہتے ہیں کہ اس گھر کو کھولنے کے وقت حضرت عمر نے معصومہ کو کنواڑ اور دیوار کے درمیان دباکر اونکی پسلی کی ہڈیاں توڑ دیں جنکے صدمہ سے حضرت محسن شہید ہو گئے اور معصومہ نے بیمار ہو کر انتقال کیا اور حضرت ابوبکر کا اپنی زبان کو کھینچنا اور یہ کہنا کہ اسی نے ہلاکتوں میں ڈالا ہے یہ بتا رہا ہے کہ حضرت عمر کو انھیں نے حکم دیا تھا ۱۲ منہ [که] کنز العمال جلد ۳ حرف خ صفحہ ۱۳۵ نمبر حدیث ۲۲۰۲ بسند حسن بحوالہ متعدد ۱۲ منہ [که] ملاحظہ ہو تفسیر انوار القرآن جلد ۲ صفحہ ۲ سطر ۲-۱۳ منہ

اور موت کے وقت عذاب کا بدلا دینے کی آرزو کی جو اوپر ظاہر کی گئی۔
پس اہلبیت کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارے شیعے بھی بخشوائینگے اور **ان لوگوں** کی باتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان کو خود اپنی نجات کا بھی یقین نہ تھا ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + منصف مزاج حضرات غور کریں۔

(چوتھا فائدہ) رازی صاحب لکھتے ہیں کہ معتزلہ (اہلسنت) کا عقیدہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت نہ کرینگے بلکہ صرف اونکی شفاعت کرینگے جو ثواب کے مستحق ہیں اور یہ شفاعت مقدار استحقاق سے زیادہ ثواب دلوانے کے لئے ہوگی۔ **اور میرے اصحاب** (یعنی اشاعرہ) کا عقیدہ ہے کہ گناہوں کو بخشوانے اور گناہگاروں کو جہنم سے بچانے یا اوس سے نکالنے کے لئے شفاعت کرینگے لہ **میں عرض کرتا ہوں** کہ اس مسئلہ میں اشاعرہ کا عقیدہ صحیح ہے اور اس عقیدہ میں ہم شیعے بھی ان کے موافق ہیں **لیکن** رازی صاحب نے اپنی عادت کے مطابق محض فضول طرفین کی اچھی اور بری دلیلوں کے لکھنے میں کئی صفحے سیاہ کئے ہیں **معتزلہ** کا بہتر اور مختصر جواب وہی ہے جس کو محقق طوسی علیہ الرحمہ نے تجرید میں چند جملوں میں ادا کیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس پر کل علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ شفاعت کرینگے اور یہ امر قرآن سے بھی ثابت ہے **پس** اگر شفاعت صرف زیادہ ثواب دلانے اور مراتب ودرجات بڑھوانے کے لئے اور اسی میں منحصر ہو **تو** چاہیئے کہ ہم لوگ بھی حضرت سرور عالمؐ کے درجات عالی کرنے کے لئے اون کے حق میں شفاعت کریں۔ اور یہ بات یقیناً باطل ہے کیونکہ شفاعت کرنے والا اوس شخص سے اعلےٰ اور برتر ہوتا ہے جسکی شفاعت کرتا ہے۔ اسلئے صرف ثواب اور درجات بڑھوانے کے لئے شفاعت کا اعتقاد غلط ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ زیادہ ثواب دلواتے اور درجات بڑھوانے اور گناہ بخشوانے دونوں کے لئے شفاعت ہوسکتی ہے اور دونوں کا حق حضرت

شفاعت گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے بھی ہوگی

ع۵ رازی صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ کل معتزلہ کا ہے لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ کی شرح تجرید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ صرف وعیدیہ کا ہے جو معتزلہ کی ایک جماعت ہے اور ان کے سوا باقی معتزلہ اس مسئلہ میں اشاعرہ اور شیعوں کے موافق ہیں ۱۲ منہ لہ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۴۲ مسئلہ ثانیہ ۱۲ منہ

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ (اور اونکے اہلبیت کرام) ہی کے لئے حاصل ہے۔ اور جو آیتیں شفاعت نہ کرنے کو بتاتی ہیں وہ کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہیں [1]
میں عرض کرتا ہوں کہ شفاعت کے متعلق آیتیں چند طرح کی پائی جا رہی ہیں
[1] وہ آیتیں جو بتاتی ہیں کہ شفاعت مقبول نہ ہوگی جیسے لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ (یہی وہی آیت ہے جسکی تفسیر میں اس وقت گفتگو درپیش ہے) اور فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

عہ اس سے تھوڑا ہی پہلے میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں کہ کفار اور دشمنان اہلبیت اور ان دشمنوں کے پیرو شفاعت سے محروم رہیں گے اس لئے لفظ کافر جو یہاں پر مذکور ہے اوس سے ہر باطل پرست مراد لیا جائیگا جو اوس کا معنی عام ہے نہ اوس کا معنی خاص یعنی منکر وحدانیت یا رسالت ۱۲ منہ

عہ (آریہ) اس آیت کا ترجمہ نقل کرکے آریوں کے پیشوا دیانند جی لکھتے ہیں کہ کیا موجودہ دنوں میں نہ ڈریں؟ برائی کرنے سے ہمیشہ ڈرنا چاہیئے۔ جب سفارش نہ مانی جائیگی تو پھر یہ بات کہ پیغمبر کی شہادت یا سفارش سے خدا بہشت دیگا کیونکر صحیح ہوسکیگی؟ کیا خدا بہشت والوں ہی کا مددگار ہے دوزخ والوں کا نہیں؟ اگر ایسا ہے تو خدا طرفدار ہے (ستیارتھ پرکاش کا اردو ترجمہ ص ۶۷۷ نمبر ۱۳) **جواب** افسوس ہے کہ آریہ جماعت نے ایسے شخص کو اپنا پیشوا چنا جسکی نہ سمجھ ہی اچھی تھی نہ لیاقت ہی درست۔ اس کو ... ہیں ہمارے جملے لکھے ہیں اور چاروں ناسمجھی کے۔ ملاحظہ ہو پہلا آیت میں کہاں اس کا ذکر ہے کہ اپنی بداعمالیوں سے آج نہ ڈرنا چاہیئے۔ اوسمیں تو اس کا ذکر ہے کہ روز قیامت کے عذاب سے ڈرو۔ آج بھی۔ کل بھی۔ بلکہ عمر بھر۔ دوسرے معلوم ہو گیا کہ اس آیت سے وہ لوگ مقصود ہیں جو سفارش کا حق نہیں رکھتے؟ رہ گئے حضرت سرورِ عالم اور اون کے اہلبیت اور مومنین وغیرہ تو اونکی سفارش کی مقبولیت اور اوسکی اجازت دوسری آیتوں میں ذکر کی گئی ہے جو ... میں مذکور ہیں ... اگر لفظ مدد سے دنیاوی پرورش مقصود ہے تو ظاہر ہے کہ خدا بہشتی اور جہنمی سب کی مدد کرتا ہے اور اگر بداعمالی میں مدد دینا مقصود ہے تو یہ اوسکی پاک ہستی کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی مدد درحقیقت گناہ کرانا اور اپنے حکم کی مخالفت پر راضی رہنا ہے جسکو کوئی عاقل پسند نہیں کرتا۔ پھر خداوند حکیم کیونکر پسند کرسکتا ہے بلکہ وہ بداعمالوں کی سزا کریگا جیسا کہ دیانند جی نے خود بھی لکھا ہے کہ "اور بدکاروں کو مناسب سزا دینے والا ہے اسلئے پرماتما کا نام 'دیالو' ہے" (دیکھو ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ

شرح مجدید علامہ علی علیہ الرحمۃ صفحہ ۲۴۳ بحث شفاعت ۱۲ منہ

اَلشَّافِعِیْنَ (سورہ مدثر پ۲۹ آیت ۴۸) یعنی اونکو سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ نہ دیگی یہ **آیتیں** اون لوگوں کے ساتھ خاص ہیں جن کو شفاعت کا حق نہیں ہے اور اونکو اسکی اجازت نہ دیجائیگی۔ یعنی اونہیں کی شفاعت مقبول نہ ہوگی۔ اور مخصص اسکی آیت مبارکہ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ (سورہ یونس پ۱۱ - آیت ۳) یعنی کوئی شخص شفاعت نہ کریگا لیکن خداوند مالک الملوک کی اجازت کے بعد - یہ آیت صاف بتارہی ہے کہ خداوند عالم کسی کو شفاعت کی اجازت دیگا اور جب اجازت دیگا تو قبول بھی کریگا۔ ورنہ اجازت لغو اور بیکار ٹھہریگی اور ذات پروردگار عالم کے لئے لغو کام عیب اور قبیح ہے۔ اور جس کو اجازت دیجائیگی اوسکی اسمیں توہین اور ذلت ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) صفحہ ۲۲ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۹ء کشوری) **اور** اگر بداعمالیوں کی سزا نہ کرنی مقصود ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ دیانندجی سزاے سخت کے متعلق خود ہی لکھتے ہیں کہ "اس قسم کی سزا دینے سے تمام لوگ برے کاموں سے باز رہیں گے (پھر دو سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ) اگر نرم سزا دیجائے تو برے کام بہت بڑھکر ہونے لگیں گے (دیکھو ستیارتھ پرکاش مستند اردو ترجمہ سملاس ۶ صفحہ ۲۲۵ جواب سوال ۲۷) پس جب نرم سزا کرنے سے بدکاری بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ تو بالکل سزا نہ کرنے سے بدرجہ اولے اس کا اندیشہ ہونا چاہیئے بلکہ بہشتیوں اور نیکوکاروں کا خدا بے شک طرفدار ہے اور قیامت میں اونکے ساتھ اچھا اور بدکاروں کے ساتھ برا برتاؤ کریگا جیساکہ دیانندجی کی مذکورہ بالا تحریروں سے بھی ظاہر ہے لیکن یہ طرفداری بری نہیں ہے بلکہ بروں کی طرفداری بری ہے جو مسلمانوں کے خدا کے متعلق ثابت نہیں ہے کیونکہ اوسکی ذات ایسے ظالمانہ اور غیر عاقلانہ فعل سے پاک اور پاکیزہ ہے البتہ اس سے بدتر طرفداری کا پتہ آریوں کے ویدی خدا کے متعلق صاف صاف مل رہا ہے۔ اونکے شاستری پیشوا منوجی اپنے ویدی خدا کا حکم لکھ رہے ہیں کہ "کسی وقت مناسب سمجھے تو دشمن کو چاروں طرف سے محاصرہ (گھیر) کرکے روک رکھے اور اوسکے ملک کو تکلیف پہونچا کر چارا - خوراک پانی اور ہیزم (لکڑی) کو تلف اور خراب کردیوے (منوسمرتی ۷ - ۱۹۵) دشمن کے تالاب شہر کی فصیل (شہر پناہ کی دیواریں) اور کھائی توڑ پھوڑ دیوے (منوسمرتی ۷ - ۱۹۶) (دیکھو ستیارتھ پرکاش سملاس ۶ صفحہ ۲۱۱ نمبر ۵۳) باوجودیکہ دشمن پر بھی دانہ پانی بند کرنا ناجائز اور

اور اس اجازت کے حقدار سب سے پہلے حضرت سرورِ عالمؐ اور ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں کیونکہ یہ انوار مقدسہ کل اولاد آدمؑ سے افضل اور بہتر ہیں۔ اور انکو اجازت نہ دینی اور کسی دوسرے کو دینی تفضیلِ مفضول یعنی پست کو فضیلت دینی ہے جو عقلاً قبیح اور ناجائز ہے۔ ۲ وہ آیتیں جو بتاتی ہیں کہ کوئی شخص شفاعت ہی نہ کریگا۔ جیسے یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ (سورہ بقرہ پ۳ آیت ۲۵۴) یعنی قیامت کے دن نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی اور نہ سفارش۔ یہ آیت کافروں کے ساتھ خاص ہے اور مقصود یہ ہے کہ اونکی کوئی شخص سفارش نہ کرے گا۔ اور کافر سے اوس کا عام معنی یعنی ہر منکرِ وحدانیت و رسالت اور اہلبیتؑ کے دشمن اور اون دشمنوں کے پیرو مقصود ہیں جیسا کہ اس کے قبل باطنی تفسیر میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں اور مخصص اسکی آیت مبارکہ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ہے (سورہ محمدؐ پ۲۶ آیت ۱۹) یعنی اپنے اور مومن مرد اور مومنہ عورتوں کے گناہوں کی بخشش کے لئے استغفار کرو۔ میں بیسویں مقدمہ میں صفحہ ۱۰۶ سے صفحہ ۱۲۱ تک کل انبیاء کی عصمت کو اور اکیسویں مقدمہ میں صفحہ ۱۲۱ سے صفحہ ۱۴۰ تک خاص حضرت سرورِ عالم اور ائمہ اہلبیت طاہرینؑ کی عصمت کو عقلی اور نقلی دلیلوں سے کافی طور پر ثابت کر آیا ہوں اور تیسویں مقدمہ صفحہ ۲۰۴ میں لکھ آیا ہوں کہ قرآن مجید میں ایسی آیتیں بہت ہیں جن میں خطاب کسی شخص سے ہے لیکن مخاطب درحقیقت دوسرا شخص ہے[۱] اور تیئیسویں مقدمہ میں صفحہ ۲۱۶ سے صفحہ ۲۲۵ تک لکھ آیا ہوں کہ اگر عقلی اور نقلی دلیلوں میں اختلاف ہو تو عقلی دلیلوں کو ترجیح دیجائیگی۔ پس اس بنا پر اس آیت میں اگرچہ خطاب حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ و آلہ سے ہے کہ اپنے گناہوں کی

[۱] ملاحظہ ہو اتقان جلد ۲ صفحہ ۳۲ نوع ۵۱ ذکر وجوہ مخاطبات وجہ ۲۲ صفحہ ۹۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) سخت بے رحمی اور ظلم ہے لیکن معاویہ نے صرف حضرت علیؑ کی فوج پر صفین میں پانی بند کیا تھا (دیکھو شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ طبع مصر) اور یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں اور عورتوں پر بھی جو میدان جنگ میں موجود تھے لیکن آریوں کے ویدی خدا نے بے رحمی کی انتہا کر دی کہ جو عورتیں اور بچے میدان جنگ میں نہیں تھے بلکہ اپنے ملک میں تھے اون پر بھی دانہ پانی بند کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اور چونکہ دشمن میں بھی

بھی بخشائش چاہو اور مومن اور مومنہ کی بھی شفاعت (سفارش) کرو **اور ابھی** نمبر ا میں لکھ آیا ہوں کہ اجازت دیکر قبول نہ کرنا خداوند مقدس بلکہ ہر عاقل انسان کے لیئے عیب اور قبیح ہے۔ **اور** جب کہ مومنوں کا شفاعت کرنا ثابت ہے تو صلحاء۔ علماء۔ شہداء، ائمہ۔ حضرت سرور عالم کا شفاعت کرنا بدرجہ اولے ثابت ہوگا ۳ وہ آیتیں جو بتاتی ہیں کہ کچھ لوگوں کو شفاعت کی اجازت دیجائیگی اور وہ شفاعت کرینگے **جیسے** یہی دونوں مختصص آیتیں جو مذکورہ بالا دونوں نمبروں میں ذکر کی گئیں ہیں ۴ وہ آیتیں جو بتاتی ہیں کہ خداوند رحیم شفاعتیں قبول کرے گا اور گناہوں کو بخشدیگا **جیسے** اِسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ مزمل پ ۲۹ آیت ۲۰) یعنی خدا سے بخشائش چاہو۔ یقیناً خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے ۵ وہ آیتیں جو بتاتی ہیں کہ حضرت سرور عالم بھی شفاعت کرینگے **جیسے** وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (سورہ نساء پ ۵ آیت ۶۴) یعنی اگر اونکے لیئے رسول بخشائش چاہیں گے تو وہ خدا کو بہت بڑا بخشنے والا اور مہربان پائینگے رہ گئے **ائمہ اہلبیت** تو علاوہ ان حدیثوں کے جو ذکر شفاعت میں گذر چکیں جن کا مضمون یہ ہے کہ یہ حضرات بھی شفاعت کرینگے۔ جب کہ شفاعت مومنوں کے لیئے ثابت ہے جیسا کہ نمبر ۲ مذکورۂ بالا کی مخصص آیت بتا رہی ہے تو ان کے لیئے بدرجہ اولے ثابت ہوگی کیونکہ یہ حضرات امیر المومنین ہیں۔ **اور** اگر کوئی شخص اولیت سے انکار کرنا چاہے تو ان حضرات کے اون مومنوں میں داخل ہونے سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا جن کا شفاعت کرنا آیت مذکورہ سے ثابت ہے۔

خلاصۂ کلام ان پانچ نمبروں سے چند باتیں معلوم ہوئیں ۱ انبیاء۔ ائمہ اہلبیت عصمت وطہارت۔ علماء۔ شہداء۔ نیکوکار شیعوں کے سوا کسی کی شفاعت مقبول نہ ہوگی [له] ۲ کافروں یعنی وحدانیتِ خدا۔ رسالت رسولؐ۔ امامت ائمہ اہلبیت علیہم الصلوۃ والسلام کے منکروں کا کوئی شفیع نہ ہوگا ۳ کچھ لوگوں کو شفاعت کی اجازت دیجائیگی ۴ اونکی شفاعتیں مقبول ہونگی اور گناہ بخشدیئے جائیں گے۔

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲) ظالم کی قید نہیں کی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مظلوم دشمن کے ساتھ بھی یہ سب کچھ کرنے کا حکم دے رہا ہے آریہ انصاف سے کہیں کہ اون کا خدا یزید سے بدتر ہے یا نہیں ۱۲ منہ

[له] ملاحظہ ہو فصول المہمہ حر عاملی علیہ الرحمہ ص ۴۳ باب ۷۸ چھاپہ ایران ۱۲ منہ

یہ شفاعت کرنے والے حضرت سرور عالم اور ائمۂ اہلبیت اور علماء اور شہداء۔ اور نیکوکار شیعہ ہوں گے۔ رہ گیا یہ کہ یہ لوگ کسکی شفاعت کریں گے تو مختص نمبر کی آیت مبارکہ میں لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کی قید اور آیت مبارکہ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى (سورہ انبیاء پ آیت ۲۸) یعنی شفاعت نہ کرینگے لیکن اوسکی جسکے دین کو خدا نے پسند کیا ہے۔ میں پسندیدگی دین کی قید نے صاف کھول دیا کہ اونھیں لوگوں کی شفاعت کرینگے جو ثقلین یعنی کتاب خدا اور ائمہ اہلبیت کے پیرو ہیں۔ کیونکہ ان کے سوا کسی کا دین خدا کو پسند نہیں ہے لہ اور ان کے سوا کوئی مومن نہیں ہے ۲ بلکہ مسلم ہیں۔

لہ ملاحظہ ہو اٹھائیسواں مقدمہ ص۱۹۴ سے ۱۹۶ تک ۱۲ منہ ۲ ملاحظہ ہو تفسیر سورہ ص۳۱ تا ۳۳ مع حاشیہ ۱۲ منہ

عہ حدیث صحیح میں ہے کہ چند طرح کے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ۱ کافر ۲ وہ جو ضد سے دین حق قبول نہ کریں ۳ مشرک ۴ وہ جو باطل دین پر ہیں ۵ وہ جو گناہ کبیرہ کر کے شرمندہ نہیں ہوتے بسند صحیح علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ محمد بن ابی عمیر سے روایت کرتے ہیں اونھوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام موسٰے کاظم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جہنم میں ہمیشہ نہ رہیں گے لیکن کافر اور ضد سے نہ ماننے والے اور باطل مذہب والے (مسلمان) اور مشرک اور جو مومن گناہ کبیرہ سے بچتا رہتا ہے اوس کے گناہان صغیرہ سے سوال نہ کیا جائیگا جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (سورہ نساء پ آیت ۳۵) یعنی جن چیزوں سے منع کئے گئے ہو اونمیں سے اگر گناہان کبیرہ سے بچتے رہوگے تو تمہارے دباقی) گناہوں کو بخشدوں گا اور تمہیں بہشت میں داخل کروں گا۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ پس شفاعت کس مومن کیلئے واجب ہے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبار کرام کے سلسلہ سے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے اونھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میری شفاعت میری امت میں سے اون لوگوں کے لئے ہے جو گناہ کبیرہ کرتے ہیں لیکن نیکوکار تو اونکو اسکی حاجت نہیں ہے میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت کیونکر ہوگی حالانکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى یعنی اوسیکی شفاعت کرینگے جو خدا کے

(پانچواں فائدہ) **رازی صاحب** نے شفاعت نہ کرنے کے ثبوت میں معتزلہ کی طرف سے ایک حدیث صحیح بخاری کی نقل کی ہے۔ مضمون اوس کا یہ ہے کہ کچھ صحابہ کے متعلق حضرت سرورعالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے لیکن وہاں سے اس طرح ہنکا دیئے جائیں گے جس طرح بھکا ہوا (پرایا) اونٹ ہنکا دیا جاتا ہے۔ میں کہوں گا کہ آؤ آؤ۔ تو مجھ سے کہا جائیگا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ ان سب نے آپ کے بعد دین خدا کو بدل دیا۔ پس میں کہوں گا کہ نکالو نکالو دینِ خدا کے بدلنے والوں کو [1] **اور** بعض حدیثوں میں تبدیل کی جگہ پر اِحداث (دین میں نیا کام کرنا۔ داخل کرنا یا نکالنا) لکھا ہوا ہے۔ **میں عرض کرتا ہوں کہ** یہ دلیل

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ صـ۱۳۳ شروع کتاب الفتنہ و آخر کتاب الرقاق باب الحوض جلد ۷ صـ۲۰۷ چھاپہ بمبئی بروایت متعدد و تفسیر کبیر جلد ۱ صـ۳۳۳ چھاپہ مصر و ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۱۰ صـ۱۶۷ و ۱۶۸ - ۱۲ منہ

(**بقیہ حاشیہ** صـ۴۴) نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور گناہ کبیرہ کرنے والے پسندیدہ نہیں ہوسکتے **فرمایا** اے ابو احمد (محمد بن ابی عمیر کی کنیت تھی جسکو عرب کے دستور کے مطابق بغرض عزت افزائی ذکر فرمایا ہے) کوئی مومن ایسا نہیں ہے جو گناہ کبیرہ کرے نہ شرمائے اور وہ گناہ اوسکو برا نہ معلوم ہو **اور** حضرت سرورعالمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ توبہ کے لیئے شرمندگی کافی ہے۔ **پھر** امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مومن وہی شخص ہے جس کو نیک کام اچھا اور گناہ برا معلوم ہوتا ہو۔ اور جو شخص گناہ کبیرہ کرکے شرمندہ نہ ہو وہ مومن نہیں ہے (اگرچہ اپنے کو مومن سمجھتا ہو) اور شفاعت اوس کی واجب نہیں ہے اور وہ ظالم ہے جسکے متعلق خدا نے فرمایا ہے مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ یعنی ظالموں کے لیئے نہ تو کوئی ہمدرد دوست ہوگا جو مدد کرے اور نہ ایسا **شفیع** (سفارش کرنے والا) پائیگا جسکی سفارش مانی جائے میں نے **عرض** کیا اے فرزند رسولؐ جو شخص گناہ کرکے شرمندہ نہ ہو وہ کیوں مومن نہیں ہے **فرمایا** اے ابو احمد کوئی (مومن) ایسا نہیں ہے جو گناہ کبیرہ کرے اور جانتا ہو کہ اوسکی وجہ سے اوس پر عذاب کیا جائیگا مگر یہ کہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہوتا ہے اور جب شرمندہ ہوگا تو اوسکی شفاعت واجب ہوگی۔ اور جب شرمندہ نہ ہوگا تو گناہ سے باز نہ آئیگا اور باز نہ آنے والے بخشے نہ جائیں گے کیونکہ وہ عذاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر عذاب پر ایمان رکھتے ہوتے تو ضرور شرمندہ ہوتے **اور** حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد

صحیح ہے اور میں بھی ذکر شفاعت میں لکھ آیا ہوں کہ دینِ خدا کے بدلنے والوں اور اوسمیں
نیا کام کرنے والوں کو شفاعت نصیب نہ ہوگی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ دین کو بدلنا۔ یا اوسمیں
احداث یعنی نیا کام کرنا کس کو کہتے ہیں۔ **امام اہلسنت** علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری
میں احداث اور تبدیل کی شرح ارتداد یعنی اسلام سے پھر جانے اور اعتقاد بدلنے سے
کی ہے **اور** غالباً اونھوں نے اس لفظ سے اون لوگوں کو مراد لیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام
کے طرفدار اور حضرت ابوبکر کی خلافت کے منکر تھے اور اون کو مال زکوۃ دینے سے انکار
کیا تھا جن کے مردوں کو حضرت ابوبکر نے تہ تیغ کرکے کشتوں کا پشتہ لگا دیا اور مال اونکا
لوٹا گیا اور اون مومنوں کی عورتیں قید کرکے لونڈیاں بنائی گئیں اور بے عقد نکاح
تصرف میں لائی گئیں اور آج ان کے پیرو اون مومنوں کو اہل ردہ یعنی مرتد کہتے ہیں۔
حالانکہ وہ مرتے دم تک پکارتے رہے کہ ہم لوگ دینِ رسول اللہ پر ہیں اور چونکہ
حضرت ابوبکر کو خلافت کا مستحق نہیں جانتے اس لئے اونکو مال زکوۃ نہ دینگے۔ اگر کوئی
شخص خاندانِ رسول سے اونکا قائم مقام ہوگا تو اوس کے سپرد کر دینگے ؎۱

پس ایک تو یہ لوگ مرتد ہی نہ تھے تاکہ اس حدیث کے مطابق اون کی شفاعت
نہ کیجائے **اور دوسرے** ان میں سے بعض جو واقعاً مرتد تھے اور حضرت رسولؐ
کے زمانہ میں مرتد ہوگئے تھے جیسے اشعث بن قیس تو باوجود ارتداد کے اوسکی
عزت افزائی خود حضرت ابوبکر نے کی اور مرتد کو مسلمانوں میں داخل کیا۔ اپنی حقیقی
بہن کا عقد اوس سے کر دیا۔ مال دیا۔ دولت دی۔ اپنی بارگاہ میں عزت دی۔ ؎۲
تیسرے کسی شخص کا اپنے عقیدہ کو بدلنا تبدیلِ دینِ خدا نہیں کہا جا سکتا بلکہ تبدیلِ
دینِ خدا اور اوسمیں احداث یعنی نئی بات پیدا کرنی یہ ہے کہ جو چیز حضرت سرورِ عالم

؎۱ ملاحظہ ہو تفسیر سورہ بقرہ صفحہ ۵۰ ۱۲ منہ
؎۲ ملاحظہ ہو تفسیر سورہ بقرہ جلد ۲ صفحہ حاشیہ ۱۲ منہ
؎۳ تفسیر برہان جلد ۲ صفحہ ۴۸ و تفسیر سورہ انبیاء کا مضمون ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) فرمایا ہے کہ استغفار کے بعد گناہ کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا۔ اور اصرار یعنی بار بار کرنے
پر گناہ صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے) لیکن کلام پروردگار لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ
ارْتَضَىٰ (جسکو تم نے ذکر کیا) تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت نہ کریں گے لیکن اوس شخص کی جسکے
دین کو خدا پسند کرتا ہو۔ اور دین سے۔ نیک اور بد اعمال کے اچھے اور برے بدلے کا اقرار کرنا مقصود
ہے پس خدا جسکے دین کو پسند کرتا ہے وہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتا ہے کیونکہ قیامت میں عذاب ہونیکو جانتا ہے

؎۵ یہ حاشیہ صفحہ ۴۷ پر ملاحظہ ہو

گے وقت میں نہ تھی وہ اوس کا جزء بنا دی جائے یا اوسمیں سے کوئی چیز نکال دیجائے
خواہ یہ چیزیں اعتقادات سے تعلق رکھتی ہوں یا احکام سے رہ گیا یہ کہ دین خدا کی
تبدیلی اور اوسمیں احداث کرنے والے کون لوگ ہیں تو اس کا صحیح پتہ چند چیزوں سے
لگ جائیگا محدث جلیل القدر صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کے
انتقال کے بعد جب شوریٰ کی بنا قرار پائی تو حضرت علی علیہ السلام کے فضائل اور
کمالات اور دینی خدمتوں کی وجہ سے اکثر اہل مدینہ انھیں کے ہاتھوں پر بیعت کرنا
چاہتے تھے یہ رنگ دیکھ کر بنو امیہ بہت پریشان ہوئے اور عمرو بن عاص سے (جو
حیلہ و تدبیر میں اپنی مثال آپ تھا) تدبیر چاہی اوس نے کہا کہ میں معقول حیلہ و تدبیر
کئے دیتا ہوں تاکہ عثمان کے ہاتھ سے خلافت نہ جانے پائے فوراً حضرت علی علیہ السلام
کے پاس پہونچا اور کہا کہ عبد الرحمن بن عوف کتاب خدا اور سنتِ (طریقہ) رسول
اور سیرتِ (طریقہ) ابوبکر و عمر کی شرط پر آپ سے بیعت کرنا چاہیگا آپ قبول نہ کیجئے گا
پھر حضرت عثمان سے جاکر کہا کہ ان شرطوں پر فوراً قبول کر لینا ورنہ خلافت تمہارے
ہاتھ سے نکل جائیگی۔ مختصر یہ کہ بیعت کے وقت عبد الرحمن نے حضرت علی علیہ السلام
کے سامنے یہی شرطیں پیش کیں حضرتؑ نے صاف صاف قبول نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ جو
ہوسکیگا کروں گا (اور حضرتؑ کا ایسا جواب اس وجہ سے نہ تھا کہ عمرو عاص کے مشورہ
سے دھوکھا کھایا بلکہ آپؑ نے اس وجہ سے قبول نہ کیا کہ کتاب خدا اور طریقہ رسول اللہ
کے مقابل میں طریقہ ابوبکر و عمر بے حقیقت تھا اور لائق قبول نہ تھا۔ دوسرے جو
ہونے والا تھا اوس سے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ آپکو خبر دے چکے تھے[ع]
اور فرما چکے تھے کہ اپنی حجت تمام کرکے صبر اور سکوت سے کام لینا) اور حضرت عثمان نے
ان شرطوں کو بے عذر و بے شرط قبول کر لیا چونکہ عبد الرحمن کو حضرت علی علیہ السلام کی
مخالفت کا خوف تھا اس لئے اونکے مقابلہ کیغرض سے کل مہاجرین و انصار اور افسران
فوج کو بلا لیا۔ شامی فوج کا افسر معاویہ تھا اور فوج حمص کا عمیر بن سعد اور کوفی فوج کا مغیرہ بن

ع حضرت عمر پہلے ہی کل باتیں طے کر چکے تھے کہ عبد الرحمن کی موافقت کریں اور جو شخص (علی علیہ السلام)
اونکی مخالفت کرے اوسکو قتل کر دیں۔ اور عبد الرحمن کو ہدایت کی تھی کہ حضرت عثمان سے بیعت کریں۔
ملاحظہ ہو کتاب کنز العمال جلد ۳ صـــ کی متعدد حدیثیں جن سے ان باتوں کا پتہ ملتا ہے ۱۲ منہ

ع اور شوریٰ والوں کو ہدایت کر چکے تھے

حاشیہ: یعنی ابن الزبیر

شیعہ اور فوج بصرہ کا ابو موسے اشعری۔ اور فوج مصر کا عمرو عاص۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ مخالفت کرکے اپنی ہلاکت کی راہ نہ نکالیئے اور حضرت عثمان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶) عہ (اہل سنت) میرا گمان یہ ہے کہ ان بے گناہ مسلمانوں کی واقفیت سے بہت سے مسلمان سنی اور شیعہ بے خبر ہیں جو بے سبب مرتد تھے اور تباہ و برباد کیئے گئے اور آج بھی اہل [illegible] سے تعبیر کیئے جا رہے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر لفظوں میں اونکے حالات سے آگاہ کرکے انصاف پسند دل سے انصاف کی خواہش کروں

علامہ اعثم کوفی کی مفصل تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ زیاد بن لبید حضرت ابوبکر کیطرف سے قبائل حضرموت اور کندہ اور بنو زبید اور بنو ہند اور بنو حجر اور بنو حمر اور بنو تمیم اور دوسرے قبیلوں سے زکوۃ مانگی سردار قبیلۂ کندہ اشعث نے کہا کہ ہم لوگ اوس وقت تک خدا اور رسول کے حکم کے تابع تھے جب تک حضرت رسولؐ ہم میں موجود تھے اب اونکے انتقال کے بعد اگر اونکے اہلبیت سے کوئی اونکی جگہ مقرر ہوا تو اوسکی اطاعت کرینگے۔ ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر) کی حکمرانی کیسی اور ہم پر اوس کا حق ہی کیا ہے بنو زبید نے کہا کہ ایسے شخص کی اطاعت کیوں چاہتے ہو جسکی اطاعت کے لیے حضرت رسول نے کسی کو حکم نہیں دیا اور نہ اوس کے لئے کوئی ایسی مثال قائم ہے زیاد بن لبید نے کہا سچ ہے لیکن مسلمانوں نے اتفاق کرکے ابو بکر کو خلیفہ بنا لیا ہے۔

اونھوں نے جواب دیا کہ اجتہاد میں اختیار تھا تو رسولؐ کے اہلبیتؑ کو کیوں چھوڑ دیا یہ حق اونھیں کے لئے سزاوار تھا جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهَاجِرِیْنَ (شروع سورہ احزاب پ ۲۱) یعنی صاحبان قرابت میں سے بعض (حضرت علیؑ) زیادہ حقدار ہیں بعض (حضرت رسولؐ) کی جانشینی کے بحکم کتاب خدا۔ بہ نسبت مومنوں (انصار) اور مہاجروں (قریش) کے خدا کی قسم مہاجرین و انصار نے حسد کیا اور حقدار سے حق چھین لیا۔ ہم کو پورا یقین ہے کہ جب تک حضرت رسولؐ

عہ اعثم کوفی کے اعتبار کے لئے یہی کافی ہے کہ محدث جلیل القدر صاحب روضۃ الاحباب نے جلد ۳ صفحہ ۵۵ میں اور علامہ محدث موفق بن احمد خوارزمی نے مناقب صفحہ ۱۱۳ چھاپہ ایران فصل ثانی ذکر جنگ جمل میں انکی تاریخ سے مضامین لئے ہیں ۱۲ منہ

کے ہاتھوں پر بیعت کرلی [لہ] **اس مقام پر** اگرچہ یہ بات چھپائی گئی ہے کہ عمرو عاص نے طریقۂ شیخین کی شرط بڑھا دینے کی ہدایت عبد الرحمن کو کردی تھی **لیکن** جس عقل نے بے دیکھے خدا کی ہستی کو مان لیا ہے وہی عقل نہایت استقلال سے حکم کر رہی ہے کہ عمرو عاص اور عبد الرحمن میں اس شرط کے بڑھانے کا مشورہ قرار پا چکا تھا اور یہ تدبیر صرف اس لئے تھی کہ حضرت علی علیہ السلام اس باطل شرط کو قبول

(بقیہ حاشیہ صـ۴۸) نے اپنے اہلبیتؑ میں سے کسی کو امت کا پیشوا مقرر نہیں کرلیا انتقال نہیں فرمایا (تاریخ اعثم کوفی) اور بنو تمیم کے سردار مالک بن نویرہ نے جو کچھ زکوۃ اپنی قوم سے وصول کی تھی اونکو واپس کیا اور یہ اشعار پڑھے فَقُلْتُ خُذُوْا اَمْوَالَکُمْ غَیْرَ خَائِفٍ + وَلَا نَاظِرٍ فِیْمَا یَجِیْئُ مِنَ الْغَدِ + پس میں نے اون سے کہا کہ اپنا اپنا مال لیلو اور اس سے نہ ڈرو کہ کل (حضرت ابوبکر کیطرف سے تمہارے ساتھ برتاؤ) کیا ہوگا۔ فَاِنْ قَامَ بِالدِّیْنِ الْمُحَقَّقِ قَائِمٌ + اَطَعْنَا وَقُلْنَا الدِّیْنُ دِیْنُ مُحَمَّدٍ + یعنی اگر اس سچے دین کا پیرو کوئی کھڑا ہوا تو اوسکی فرماں برداری کرلیں گے اور کہیں گے کہ بے شک ان کا دین محمدؐ کا دین ہے [لہ] اور کہا کہ ہم لوگ زکوۃ کے واجب ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن ابوبکر کو نہ دینگے کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِہِمْ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمْ وَتُزَکِّیْہِمْ بِہَا وَصَلِّ عَلَیْہِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمْ (سورہ توبہ پ۱۱ آیت ۱۰۴) یعنی اے رسول اون کے مال کا صدقہ لے کر اونکو پاک کردو اور اون پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود بھیجنا اونکی تشفی اور خوشی کا باعث ہے اور غیر رسول (معصوم) نہ پاک کرسکتا ہے نہ اوس کا درود باعث تشفی ہوسکتا ہے [لہ] مالک بن نویرہ اور اون کے قبیلہ والے مرتد نہیں ہوئے تھے بلکہ اقرار کیا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور اپنا دین و مذہب نہیں بدلا ہے [لہ] ان لوگوں کے مسلمان ہونے اور نماز پڑھنے کی گواہی حضرت عمر اور اونکے بیٹے عبد اللہ اور ابوقتادہ صحابی نے دی [لہ]

[لہ] لیکن اس بیعت کا انجام یہ ہوا کہ حضرت عثمان نے انکو منافق کہا اور مرتے دم تک ان سے اور ان سے گفتگو نہ کی (صواعق محرقہ صـ) ۱۲ منہ [لہ] مدارج النبوۃ ذکر اہل ردہ۔ و اصابہ حال مالک بن نویرہ ۱۲ منہ [لہ] تفسیر کبیر جلد ۴ صـ۴۹۶ مسئلہ ثانیہ و قسطلانی شرح بخاری جلد ۳ صـ۶ سطر ۹ و ابن ابی الحدید جزء ۱۷ ذکر مطاعن ابوبکر ۱۲ [لہ] تاریخ طبری جلد ۳ ذکر جنگ بطاح صـ۲۴۳ و کنز العمال کتاب الامارہ ذکر خلافت ابوبکر صـ۱۳۲ و تاریخ ابن خلکان ذکر وثیمہ و تفسیر کبیر وغیرہ [لہ] تاریخ کبیر طبری و کنز العمال و تاریخ ابن خلکان کل بہ نشان سابق ۱۲ منہ

نہ کرینگے اور اسی حیلہ سے خلافت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ **چنانچہ** ابو وائل نے جب عبد الرحمن سے پوچھا تھا کہ علیؑ سے بیعت کیوں نہ کی اور عثمان سے کیوں کرلی تو اونھوں نے یہی جواب دیا تھا کہ چونکہ اونھوں نے تینوں شرطوں کو صاف منظور نہ کیا اور عثمان نے منظور کر لیا اس وجہ سے اونکو چھوڑ دیا اور عثمان کو اختیار کیا۔ **بخاری صاحب** نے اسی مقام پر دو حدیثیں نقل کی ہیں جنمیں (حضرت علی علیہ السلام کے مقدس اور حق پرست ہاتھوں پر بیعت نہ کرنے والے) عبد اللہ بن عمر نے عبد الملک بن مروان (جیسے پلید) کو لکھا ہے کہ میں نے اور میری اولاد نے سنت خدا اور سنت رسول پر (حجاج جیسے بے دین اور کافر مطلق کا پاؤں پکڑ کر ہم) تجھ سے بیعت کی ۵۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) حضرت ابوبکر نے جب ان لوگوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں اور حضرت سرور عالمؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اوسکی جان محفوظ ہے اور اوسکے گناہوں کا بدلا خدا پر ہے تم اون سے کیونکر لڑ سکتے ہو ۵۳ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ تَتَكَلَّمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ ۵۴ یعنی حضرت عمر کی زبان سے فرشتے بولتے تھے۔ اور خدا نے حق کو اونکی زبان اور دل پر قرار دیا تھا ۵۵ ان لوگوں سے لڑنے کو حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور ابو عبیدہ اور سعد بن ابی وقاص اور کل مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکر کو منع کیا تھا لیکن اونھوں نے قبول نہ کیا ۵۶ ایک شخص نے حضرت سرور عالمؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ خدا سے ڈریئے یہ سُنکر خالد نے اوس کو قتل کرنا چاہا تو حضرت نے فرمایا کہ چھوڑ دو شائد نماز پڑھتا ہو۔ خالد نے کہا کہ بہتیرے نمازی باطن سے مسلمان نہیں ہوتے فرمایا ہم کو کسی کے قلب میں سوراخ کرنے اور پیٹ پھاڑنے کا حکم نہیں ہے ۵۷ صحیح بخاری کے محشی لکھتے ہیں کہ باوجود اس لیے اولی

۵۲ صحیح بخاری جلد ۸ کتاب الاحکام باب کیف یبایع الامام الناس صفحہ ۴۸ شروع چھاپہ بمبئی ۱۲ منہ
۵۳ صحیح بخاری کتاب استتابۃ مرتدین باب قتل من ابی جلد ۴ صفحہ ۱۳۱ مصری ۱۲ منہ
۵۴ تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۵ ۵۵ تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۴ ۱۲ منہ
۵۶ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ و شرح ابن ابی الحدید بحوالہ طبری و کامل ابن اثیر و تاریخ الخلفاء بلفظ عمر وغیرہ ۱۲ منہ ۵۷ صحیح بخاری جلد ۳ کتاب المغازی باب بعث علی و خالد الی الیمن ۱۲ منہ

۵۱ شرح ابن ابی الحدید جزو ۲۳ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ چھاپہ ایران - و زہر الربیع سید نعمت اللہ صفحہ ۲۲۵ - ۱۲ منہ

پس اگر طریقۂ حضرت ابوبکر و حضرت عمر با وقعت اور صحت بیعت کے لئے عقلاً یا شرعاً یا عرفاً ضروری چیز اور کوئی حقیقت اور ہستی رکھی ہوتی تو حضرت عمر کے صاحب زادے عبد اللہ جیسے محدث اور رکنِ مذہب اہلسنت اپنے باپ اور اونکے بزرگ حضرت ابوبکر کے طریقہ کا عبد الملک کو پابند کرنے کے زیادہ حقدار تھے۔ اور دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک میں اس کو ضرور ذکر کرتے۔ پس ان کا ذکر نہ کرنا بھی صاف بتاتا ہے کہ کتاب خدا اور طریقۂ حضرت سرورِ عالمؐ کے مقابل میں ان دونوں صاحبوں کے طریقہ کا ذکر صرف حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کر دینے کے لئے تھا۔ حاصل کلام پس اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر کا طریقہ حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کے طریقہ سے جدا تھا جسکے قبول نہ کرنے کو عبد الرحمن نے حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کرنے کا بہانہ قرار دیا تھا۔ اسی نئے طریقہ کا نام تبدیل دینِ خدا ہے جو حدیث حوض میں مذکور ہے ۔ حضرت سرورِ عالمؐ نے مشہور اور متواتر حدیث ثقلین میں جو قبل اسکے کئی جگہ ذکر کیجا چکی ہے دین کی بقاء اور امت کی نجات اور عدم گمراہی کی شرط

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) اور ایسے کلمہ کے جس میں تعریض اور حضرت کی اذیت کا سبب ہو حضرت نے اوسکے جان کی حفاظت میں اوسکے ظاہری اسلام کو کافی سمجھا (میں عرض کرتا ہوں کہ مال زکوۃ کی لالچ میں حضرت ابوبکر نے بیچے اور نمازی مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا کیونکہ) وہ حضرت علیؑ کے خلیفہ ہونے کے منتظر تھے (محلی ابن حزم) امام اہل سنت ابن اثیر لکھتے ہیں کہ سوائے قریش اور قبیلہ ثقیف کے عرب کے کل قبیلے عام طور سے مرتد ہو گئے تھے بعض قبیلوں کے کل آدمی اور بعض کے کچھ لوگ[1] مطلب اس کا یہ ہے کہ قریش اور ثقیف کل کے کل مسلمان تھے لیکن حضرت عمر کہتے ہیں کہ قریش علیؑ کے دشمن ہیں [2] اونھوں نے خلافت کو علیؑ سے چھین لیا اور اچھا کام کیا [3] اور حضرت سرورِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ

ع[1] اگر کوئی کہے کہ عبد الملک سنت شیخین کا پابند تھا اس وجہ سے اوسکو ذکر نہ کیا تو میں کہوں گا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ وہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کا پابند نہ تھا اس وجہ سے ان دونوں کو ذکر کیا پس اس سے بھی صاف ثابت ہے کہ سنت شیخین کتاب خدا اور سنت رسول اللہؐ سے جدا تھی کہ ایک کا پابند تھا اور دوسرے کا نہیں ۱۲ منہ

[1] تاریخ کامل ذکر اخبار ردہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ چھاپہ مصر ۱۲ منہ [2] درراسمطین ۱۲ منہ [3] کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴ و ۲۵ - ۱۲ منہ

ثقلین یعنی کتاب خدا اور ائمۂ اہلبیت کی پیروی کو قرار دیا۔ اور حضرت
ابو بکر اور عمر نے حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ (ہمارے لئے کتابِ خدا ہی
کافی ہے) کہکر دین خدا سے پیروی اہلبیت کو نکال دیا جو اصول دین کا جزو اعظم
ہے اسی کو تبدیلِ دینِ خدا کہتے ہیں حالانکہ خود بھی جانتے تھے کہ
صرف کتاب خدا کافی نہیں ہے۔ ایک[1] اس وجہ سے کہ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں
کہ بہت سی آیتیں تلف ہو گئیں اور پورا قرآن جمع نہ ہوسکا[2] اور بہت سی
آیتوں کو ترتیب ابو بکری کے وقت دو گواہ نہ ملنے کی وجہ سے زید بن ثابت
نے قرآن میں نہ لکھا[3]۔ چنانچہ آیت رجم خود حضرت عمر لے گئے اور لکھنے کو کہا لیکن
اونھوں نے نہ لکھا[4] دوسرے اس وجہ سے کہ قرآن تفسیر کا محتاج ہے اور
علم قرآن سے دونوں صاحب بے بہرہ تھے[5] تیسرے اس وجہ سے کہ سیکڑوں
مرتبہ حضرت علی علیہ السّلام سے احکام خدا پوچھنے کے محتاج ہوئے اور پوچھا اور عمر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱) بدترین قبائل عرب بنوامیہ اور بنوحنیفہ اور بنو ثقیف ہیں[5] اور فرمایا
کہ ثقیف بڑے جھوٹے اور خونخوار ہیں[6] اور فرمایا کہ علیؑ سے دشمنی نفاق کی پہچان ہے
اور ہماری قوم (قریش) میں سب سے زیادہ ہمارے دشمن بنوامیہ اور بنومغیرہ اور بنو مخزوم ہیں[7]
اور حضرتؐ اپنے انتقال کے وقت تک تین قبیلوں سے نفرت کرتے رہے بنو ثقیف۔ بنوحنیفہ
بنو امیہ[8] حاصل یہ کہ امام اہلسنت ابن اثیر کے نزدیک حضرت رسولؐ اور اونکے خاندان[9]
کے دشمن مسلمان تھے۔ اور اونکے دوست مرتد۔ اس پر طرہ[10] یہ ملاحظہ ہو کہ علامہ زمخشری
کشاف میں اور قاضی بیضاوی اپنی تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں کہ اطراف مدینہ کے منافق قبیلے
پانچ تھے (۱) جہینہ (۲) مزنیہ (۳) اشجع (۴) اسلم (۵) غفار اور امام ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت
علیؑ کے دوست اور طرفدار جو اہل ردہ کہلاتے ہیں (علاوہ مذکورہ بالا قبائل کے) (۱) بنو اسد (۲)

[1] تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۵ سطر ۹ - ۱۲ منہ [2] تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۶۰ سطر ۱۲ - ۱۲ منہ [3] تفسیر اتقان جلد ۱
صفحہ ۶۰ سطر ۱۲ - ۱۲ منہ [4] ملاحظہ ہو اکتیسواں مقدمہ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ و آخر صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴ - ۱۲ منہ
[5] حافظ ابونعیم - ۱۲ منہ [6] جامع ترمذی باب مناقب ۱۲ منہ [7] کنز العمال کتاب الفتن جلد ۶ صفحہ ۴۰
قسم افعال ۱۲ منہ [8] جامع ترمذی باب مناقب ۱۲ منہ
[10] طرہ یعنی چوٹی کی بات ۱۲ منہ

صاحب نے اقرار کیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہوجاتا لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ اُن کا مشہور کلام ہے [۱] اور خدا مجھے وہاں باقی نہ رکھے جہاں اُلجھی ہوئی گتھی سلجھانے کے لئے علیؑ موجود نہ ہوں [۲] اور جس طرح یہ اور دوسرے صحابہ حضرت علیؑ کے محتاج تھے اوسی طرح ان کے بعد کے لوگ قیامت تک ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے محتاج تھے اور رہیں گے۔ حضرت سرور عالمؐ نے بھی ارشاد فرمایا۔ تُعَلِّمُوْا مِنْهُمْ وَلَا تُعَلِّمُوْهُمْ فَإِنَّهُمْ أَعْلَمُ مِنْكُمْ (یعنی اہلبیتؑ سے سیکھو اور اون کو نہ سیکھاؤ کیونکہ وہ تم لوگوں سے بہت زیادہ علم رکھتے ہیں) (ینابیع المودۃ باب ۴ صفحہ ۱۸ سطر ۲ و باب ۴ صفحہ ۲۹ و ۳۱ و ۳۲ بروایت متعدد) حضرت علی علیہ السلام کی تو بڑی ہستی تھی یہ خود اور حضرت ابوبکر دونوں صاحب احکام خدا معمولی درجہ کے صحابہ سے آئے دن پوچھا کرتے تھے [۳] یہ جملہ یعنی حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ پہلے حضرت عمر نے حضرت سرور عالمؐ کے مرض الموت میں۔ پھر حضرت ابوبکر نے بیعت کے بعد ممبر پر کہا تھا [۴] [۳] شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے باپ اور استاد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قرۃ العینین صفحہ ۱۸۶ میں لکھتے ہیں کہ ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس کے اصول سب شیخین (ابوبکر و عمر) کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲) بنو غطفان [۳] بنو تمیم [۴] بنو عامر [۵] ہوازن [۶] بنو سلیم تھے [۵] اور امام اہل سنت بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ قریش (دشمن علیؑ) اور انصار (قریش کے طرفدار) اور [۱] جہنیہ اور [۲] مزنیہ اور [۳] اسلم [۴] اشجع [۵] غفار میرے دوست ہیں میرے اور خدا کے سوا ان کا کوئی دوست نہیں ہے [۶] اور حضرتؐ نے فرمایا کہ [۱] جہنیہ [۲] مزنیہ (پانچوں منافق قبیلے) [۱] بنو تمیم [۲] بنو اسد [۳] بنو غطفان [۴] بنو عامر [۵] ہوازن [۶] بنو سلیم (دوستداران علیؑ) سے بہتر ہیں [۶] خلاصہ یہ کہ ان لوگوں کے نزدیک دوستداران علیؑ سے منافق بھی اچھے ہیں۔ اب تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ حضرت علی علیہ السّلام کے دوست اور اونکی خلافت کے خواہاں مرتد کیوں کہے جاتے ہیں۔ (اب اون نے سماقتہ حضرت

[۱] ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ ۳ صفحہ ۵۲ - ۱۲ منہ [۲] صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ صفحہ ۷۶ چھاپہ مصر ۱۲ منہ [۳] تاریخ الخلفاء فصل ذکر علم ابوبکر صفحہ ۳۳ چھاپہ مجیدی کانپور سطر ۳ - ۱۲ منہ [۴] مشارق الانوار خاتمہ فصل ۲ ذکر وفات رسول اللہؐ ۱۲ منہ [۵] تاریخ کامل جلد ۲ ذکر اہل ردہ صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۵ و تاریخ اعثم کوفی [۶] صحیح بخاری کتاب مناقب باب ذکر اسلم و غفار وغیرہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ چھاپہ مصر۔ صحیح بخاری بر نشان [۶] - ۱۲ منہ

کلام سے لیئے گئے ہیں اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۵ میں لکھتے ہیں کہ مشہور فرقے تین ہیں حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ اور ان تینوں کی بنیاد فاروق (عمر) کے اجماعی مسئلے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت عمر کے ایجادی مسئلوں سے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء کے ۹۴ صفحوں کو سیاہ کیا ہے۔ انھیں ایجادی مسئلوں کے دین خدا میں داخل کرنے کو تبدیل دین خدا کہتے ہیں مثلاً حی علے خیر العمل کو اذان سے نکال دیا [۱] یہ کلمہ حضرت سرور عالم کے زمانہ میں اذان میں رائج تھا [۲] اور بلال موذن [۳] اور خود خلیفہ دوم کے بیٹے عبد اللہ نے منع کرنے کے بعد بھی اذان میں کہنا چھوڑا [۴] اسی کو تبدیل دینِ خدا کہتے ہیں مثلاً صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بڑھا دیا [۵] اور انکے بیٹے عبد اللہ اس کو بدعت جانتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳) ابو بکر کا سلوک اور برتاؤ ملاحظہ ہو کہ زیاد بن لبید کو چار ہزار سوار دیکر بنی ہند اور بنی حجر اور بنی حمر اور دوسرے چند قبیلوں کے مقابل میں بھیجا۔ اونھوں نے اونکے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا اور مال لوٹ لیا اور اس فتح پر بہت خوش ہوئے اور عکرمہ کو بنی کندہ اور قبیلہ لقیط بن مالک کے مقابلہ کو بھیجا۔ اونھوں نے اون مسلمانوں کو قتل کرکے اونکے بچوں اور عورتوں کو قید کیا اور مال اون کا لوٹ کر تین سو اونٹوں پر لاد کر حضرت ابو بکر کے پاس بھیجدیا وہ اس فتح سے بہت خوش ہوئے [۶] اور خالد بن ولید کو بنو عامر اور بنو ہوازن اور بنو سلیم اور بنو اسد اور بنو غطفان اور بنو طی اور بنو کندہ کے مقابلہ کو بھیجا۔ خالد نے پہلے چھ قبیلوں پر حملہ کیا اور بعض کو قتل کیا اور کچھ کو زندہ آگ میں جلایا کچھ کے ناک کان کاٹے۔ کچھ کو پتھروں سے کچلا اور پہاڑوں سے گرایا اور کچھ کو سر کے بل کنوئیں میں ڈالدیا [۷] انکا مال لوٹا اور انکی عورتیں بغیر نکاح کے تصرف میں لائی گئیں [۸] پھر حکم دیا کہ جس کو کھانا پکانا ہو یا پانی گرم کرنا ہو وہ ان مسلمان مقتولوں کے سر کا چولھا بنائے [۹] پھر بنو تمیم کیطرف بڑھا اون سب نے کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور کلمہ شہادتین

[۱] المعلم ترجمہ صحیح مسلم صفحہ ۵۲۵ و انسان العیون جلد ۲ صفحہ ۹۵ و سنن امام بیہقی و شرح تجرید علامہ قوشچی کر مطاعن عمر صفحہ ۴۸ ۱۲ منہ [۲] کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۶۹ نمبر حدیث ۹۴ ۵۰ و میزان کبریٰ جلد ۱ بیان اذان صفحہ ۹۶ چھاپہ مصر ۱۲ منہ [۳] میزان کبریٰ جلد ۱ بیان اذان صفحہ ۹۶ و تحقیق عجیب فی التصویب صفحہ ۵ و سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۹۵ و نیل الاوطار جلد ۱ صفحہ ۳۳۸ و حاشیہ سنن ابو داؤد صفحہ ۵۲ چھاپہ اصح المطابع ۱۲ منہ [۴] انسان العیون جلد ۲ صفحہ ۹۵ و سنن بیہقی و تیسیر الوصول ج ۱ صفحہ ۲۹۶ وغیرہ ۱۲ منہ

[۵] المعلم ترجمہ مسلم صفحہ ۵۲۵ - ۱۲ منہ

[۶] تاریخ اعثم کوفی ذکر اہل ردہ ۱۲ منہ [۷] تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ ذکر ردہ قبائل بنی عامر و ہوازن وغیرہ ۱۲ منہ [۸] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید [illegible] ۱۲ منہ [۹] تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ ۱۲ منہ

اور جس مسجد میں یہ کلمہ پکارا جاتا تھا اوسمیں نماز نہیں پڑھتے تھے [۱] اسی کو تبدیل دین خدا کہتے ہیں [۲] تراویح جاری کی جو سرور عالمؐ کے زمانہ میں نہ تھی [۳] [۴] نماز جنازہ سے ایک تکبیر گھٹا کر چار تکبیریں کر دیں [۵] [۶] حج تمتع اور عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام کر دیا [۷] ان کے ایجادی یعنی بدعتی احکام کی تفصیل ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ ۲ میں ملاحظہ کریں جن کے ذکر سے ۱۴۹ صفحے سیاہ کیئے گئے ہیں۔ انہیں ایجادوں کو تبدیلِ دین خدا کہتے ہیں۔ ان تفاصیل سے ہر شخص بے زحمت سمجھ سکتا ہے کہ دین خدا کو بدلنے اور اوسمیں نئی باتیں داخل کرنے والے اور بعض حکموں کو نکالنے والے آیا وہ لوگ تھے جنھوں نے اہلسنت کے غلط خیال کے مطابق صرف اپنے عقیدے کو بدلا۔ یا یہ لوگ تھے جنھوں نے اصول دین اور فروع دین میں کمی بیشی کرکے سب کو تہس نہس کر دیا۔ اور یہ بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جو لوگ حوض کوثر سے بھٹکے ہوئے اونٹ کی طرح پیاسے ہنکا دیئے جائیں گے اور حضرت سرور عالمؐ "اُن کو نکالو نکالو" فرمائیں گے وہ کون لوگ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴) بھی پڑھا اور عبد اللہ بن عمر اور ابو قتادہ صحابی اور خالد کے بہت سے فوجیوں نے کہا کہ وہ مسلمان ہیں ہم نے اونکے اذان کی آواز سُنی ہے نماز پڑھتے دیکھا ہے تجھے خدا کی قسم اونھیں قتل نہ کر۔ اور مالک بن نویرہ سردار قبیلہ نے کہا کہ ہمیں ابوبکر کے پاس بھیجدو لیکن خالد نے کوئی بات منظور نہ کی اور اونکو قتل کیا اور اونکے سروں کا چولھا بنا کر اوس پر گوشت پکا کر کھایا اور خالد [۹] نے اوسی شب کو مالک کی بی بی سے جو بہت خوبصورت تھی زنا کیا [۵] مال اونکا لوٹا گیا۔ عورتیں اور بچے قید کیئے گئے [۵۶] حضرت ابوبکر نے خالد کو لکھا تھا کہ جب ان پر فتح پانا تو خبردار کسی کو زندہ نہ چھوڑنا۔ اونکے

[۱] تیسیر الوصول جلد ۱ صفحہ ۲۹۶ تفصیل میری کتاب صفحہ ۲۷ تا ۳۰ بسط الیدین میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲ منہ
[۲] تاریخ الخلفاء ذکر اولیات عمر صفحہ ۹۴ چھاپہ مجیدی ۱۲ منہ [۳] تاریخ الخلفاء بحوالہ بالا ۱۲ منہ
[۴] تاریخ الخلفاء بحوالہ بالا۔ و دیگر کتب احادیث و تواریخ ۱۲ منہ
[ع] انھیں کارناموں کی وجہ سے خالد سیف اللہ یعنی خدا کی تلوار کہے جاتے ہیں ۱۲ منہ
[۵] تاریخ ابن خلکان ذکر وثیمہ و اصابہ ذکر مالک و ابو الفداء ذکر خلافت ابوبکر و سیرت حلبیہ و تاریخ خمیس و صواعق محرقہ و تاریخ کبیر طبری جلد ۵ و کنز العمال کتاب الامارہ ذکر خلافت ابوبکر جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ نمبر حدیث ۲۲۸۰-۱۲ منہ
[۵۶] ایرونگ ۱۲ منہ

ایک لفظ کو ایک وقت میں کئی معنوں میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں

(چھٹاں فائدہ) اصول فقہ - اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہر زبان میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو بہت سے معانی کے لئے بنائے گئے جن کو مشترک کہتے ہیں لیکن علماء منطق اور علماء علم اصول فقہ میں اختلاف اس میں ہے کہ ایک وقت ایک شخص ایک لفظ کو کئی معانی میں استعمال کر سکتا ہے یا نہیں۔ خواہ وہ کل معانی حقیقی ہوں یا کل مجازی۔ یا بعض حقیقی اور بعض مجازی۔ خواہ وہ لفظ مفرد یا تثنیہ۔ یا جمع۔ کسی نے سب میں جائز کہا ہے۔ کسی نے سب میں ناجائز۔ کسی نے تثنیہ اور جمع میں جائز کہا ہے اور مفرد میں ناجائز۔ اور غرض اس بحث سے یہ ہے کہ اگر کوئی مشترک لفظ قرآن یا حدیث میں دیکھا جائے تو آیا ہو سکتا ہے کہ اوس سے ایک ہی وقت کئی معنی مراد لیا جاسکے یا نہیں ہو سکتا اکثر علماء جو جائز نہیں جانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ لفظ بدن کی جگہ پر ہے اور معنی روح کی جگہ پر۔ اور کسی لفظ کو کسی معنی میں استعمال کرنا گویا کہ اوس کو اوس معنی کا عین بنا دینا اور اوسیمیں فنا کر دینا ہے۔ اس لئے ایک لحاظ اور ایک ارادہ سے ایک لفظ کو ایک معنی سے زیادہ کا عین نہیں بنا سکتے اور اوسیں فنا نہیں کر سکتے اس لئے ایک معنی سے زیادہ میں استعمال نہیں ہو سکتا میں عرض کرتا ہوں کہ جس طرح الفاظ کی وضع (... معنی کے لئے مقرر کیا جانا) عقل سے ثابت کرنیکی چیز نہیں ہے۔ اوسی طرح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵) زخمیوں اور قیدیوں کو بھی قتل کر دینا اور بھاگے ہوؤں کا پیچھا کر کے گرفتار اور قتل کر دینا اور قتل عام کرانا اور زندہ آگ سے جلانا۔ خبردار میرے حکم کے خلاف نہ کرنا ۵۱ ... علی علیہ السلام نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں اپنے فوجیوں میں منادی کرادی تھی کہ بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے۔ زخمیوں کو قتل نہ کریں۔ کسی کے گھر میں نہ گھسیں۔ کسی کا مال لوٹا نہ جائے جو شریک جنگ نہیں ہے وہ قتل نہ کیا جائے۔ قیدی قتل نہ کئے جائیں۔ کوئی ننگا نہ کیا جائے۔ مقتولوں کے اعضاء کاٹے نہ جائیں۔ کسی کی عزت پر حملہ نہ کیا جائے ۵۲ حالانکہ

۵۱ تاریخ خمیس دیار بکری ۱۲ منہ ۵۲ استیعاب جلد ۱ صفحہ ۶۷ ذکر بسر بن ارطاۃ و تاریخ طبری فارسی جلد ۴ صفحہ ۵۶۵ و عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۰۴ ذکر جنگ جمل و تاریخ مسعودی ۱۲ منہ

استعمال بھی۔ پس بہتر یہ دیکھنا ہے کہ متعدد معنی میں الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں یا نہیں اور آیا انسان ایک ارادہ سے کئی چیزیں جلاجدا مراد لے سکتا ہے یا نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آیا ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کُلُّ اِنْسَانٍ ضَاحِکٌ بولے اور کُلُّ اِنْسَانٍ سے جو عام استغراقی ہے یعنی اپنی کل فردوں کو شامل ہے۔ ایک وقت میں اون کل فردوں کو جدا جدا تفصیل مراد لے کر سب کے لئے ہنسی ثابت کرے۔ یا نہیں ہوسکتا۔ میرا گمان یہ ہے کہ کوئی سمجھدار اس کے امکان بلکہ بکثرت بولے جانے سے انکار نہیں کرسکتا پس جس طرح اس مثال میں ایک لفظ سے بہت سی فردوں کو ایک وقت ایک ارادہ اور ایک لحاظ سے مراد لینا ممکن اور صحیح بلکہ رائج ہے اوسی طرح لفظ مشترک سے بھی اوسکے متعدد معانی کو مراد لے سکتے ہیں اور ایسا ارادہ محال نہیں ہے۔ اس لئے جائز جاننے والوں کا خیال صحیح ہے (دوسر مؤید اوسکی قرآن مقدس کی وہ بہت سی آیتیں ہیں جنمیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶) جنگ جمل و صفین والے بحکم خدا و رسولؐ واجب القتل تھے اور مسلمان نہ تھے لہ اب انصاف پسند سُنی اور شیعہ چند چیزوں میں غور کریں ۱۔ حضرت ابوبکر کے خط کا مضمون کہاں تک جائز ہے جبکو دنیا کے کسی فرقہ کا شخص جائز نہیں جانتا ۲۔ اسکی کیا وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کے دوست صرف زکوٰۃ نہ دینے پر اس بے رحمی سے مارے اور لوٹے اور بے عزت کئے جائیں اور ان کے لعنت کرنے والے معاویہ اور باقی بنوامیہ اور اونکے اہل مملکت پر لعنت کرنا بھی جائز نہ سمجھا جائے ۳۔ اس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت رسولؐ اپنی توہین کرنے والے کو احتمالی نمازی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیں اور حضرت ابوبکر یقینی مسلمان اور نمازیوں کو مرتد کہیں اور تباہ و برباد کریں ۴۔ اس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت علیؑ کے طرفدار مسلمان مرتد کہے جائیں اور حضرت ابوبکر کے طرفدار منافق مسلمان ۵۔ اس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت ابوبکر کو صرف زکوٰۃ نہ دینے والے مرتد کہے اور مارے جائیں اور قاتل فرزند رسولؐ یزید بن معاویہ پر لعنت (بیزاری) کرنے سے منع کیا جائے ۶۔ اسکا کیا جواب ہے کہ کربلا کے مظالم کا راستہ حضرت ابوبکر ہی نے کھولا اگر وہ علیؑ کے دوستوں کے ساتھ نہ کئے ہوتے تو یزید اونکی اولاد کے ساتھ نہ کرتا۔

مہ اگر کوئی کہے کہ مثال مذکور میں ہنسنے کا حکم ماہیت انسان پر ہے اور اوسکے واسطہ سے اوسکے افراد پر جاری ہوتا ہے اسلئے درحقیقت مراد ایک چیز یعنی ماہیت کلیہ ہے نہ متعدد افراد تو جواب دونگا کہ مثال مذکور کل انسان میں لفظ کل سے کلی یعنی ماہیت مقصود نہیں ہے بلکہ یہ کل افراد پر ہے یعنی مستقل طور پر جدا جدا افراد مقصود ہیں کیونکہ ماہیت کلیہ نہیں ہنستی بلکہ اشخاص ہنستے ہیں جسطرح کل انسان یموت (کل انسان مرجائینگے) میں کیونکہ ماہیت

خداوند عزیز نے ایک وقت میں ایک لفظ سے ظاہری اور باطنی یا کئی ظاہری یا کئی باطنی معانی مراد لئے ہیں۔ جنھیں سے مذکورہ بالا آیتوں میں ایک لفظ اسرائیل ہے جس سے حضرت یعقوبؑ اور حضرت سرور عالمؐ مقصود ہیں۔ اور دوسرا اذکروا ہے جس سے یاد کرنا اور شکریہ ادا کرنا مقصود ہے۔ اور تیسرا نعمت ہے جس سے نعمت دنیا اور نعمت دین مقصود ہے۔ اور چوتھا عالمین ہے جس سے بنو اسرائیل کا زمانہ اور کل عالم مقصود ہے۔ اور پانچواں یوماً ہے جس سے قیامت اور موت کا دن مقصود ہے اور چھٹاں ذالکم اسم اشارہ ہے جس سے نعمت اور عذاب مقصود ہے۔ علاوہ اس کے اگر مان لیا جائے کہ انسان ایسا ارادہ نہیں کرسکتا تو اس پر خداوند قادر مطلق کے ارادہ کو قیاس کرنا اور کہنا کہ وہ بھی ایسا ارادہ نہیں کرسکتا غلط ہے کیونکہ اوسمیں اور انسان میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے تاکہ یہ قیاس صحیح ہوسکے۔

(ساتواں فائدہ) اخلاق۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ (تا آخر)

موت اور قیامت کا خوف

موت کی سختی بسند صحیح اصبغ بن نباتہ نے ایک بڑی حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ بقدر حاجت یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی علیہ السلام کی موت کا زمانہ جب قریب پہونچا تو مرض الموت میں اونکی فرمائش کے مطابق ایک سریر (خرما کی چارپائی) پر اونکو لٹا کر میں قبرستان میں لے گیا اونھوں نے بلند آواز سے پکارا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ عَرْصَۃِ الْبَلَاءِ اے میدان بلا کے رہنے والو تم پر سلام ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مُحْتَجِبِیْنَ عَنِ الدُّنْیَا اے دنیا والوں سے چھپے ہوؤ تم پر سلام ہو۔ لیکن کسی نے جواب نہ دیا پھر پکارا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مَنْ جُعِلَتِ الْمَنَایَا لَھُمْ غِذَاءً اے وہ لوگ جن کی غذا موت قرار دیگئی تم پر سلام ہو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا مَنْ جُعِلَتِ الْاَرْضُ عَلَیْھِمْ غِطَاءً اے وہ لوگ جن پر زمین پردہ بنائی گئی تم پر سلام ہو میں تم کو خداوند عظیم اور رسولؐ کریم کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک شخص میرا جواب دیدے

اس صحیح السند حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سرور عالمؐ اور عزت و شرافت میں شرکت کے لحاظ سے ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ و السلام کی قسم بھی جائز ہے ۱۲ منہ

میں رسول اللہ صلعم کا غلام سلمان فارسی ہوں۔ اونھوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تمہاری موت کا زمانہ نزدیک ہوگا تو مردہ تم سے باتیں کریگا۔ پس میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ میری موت کا زمانہ آگیا یا نہیں۔ پس ایک قبر سے آواز آئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا اَھْلَ الْبِنَاءِ وَالْفَنَاءِ اَلْمُشْتَغِلُوْنَ بِعَرْصَۃِ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا اے عمارتوں کے رہنے والو اور مالداری میں بسر کرنے والو اور دنیا اور اوسکی چیزوں میں پھنسے ہوؤ تم پر سلام ہو ہم لوگ تمہاری باتیں سُن رہے ہیں اور تمہارا جواب دینے کے لئے طیار ہیں جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو۔ حضرت سلمان۔ بتاؤ کہ تم بہشتی ہو یا جہنمی۔ مردہ:۔ میں اون لوگوں میں سے ہوں جن پر خداوند رحیم وکریم نے اپنے فضل وکرم سے بخشش کی ہے اور اپنی رحمت سے بہشت میں داخل کیا ہے۔ حضرت سلمان:۔ بتاؤ موت کو کیسا پایا اور موت کے وقت تم پر کیا گذری۔ مردہ:۔ اے سلمان ذرا ٹھہر جاؤ، قسم خدا کی موت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف کے مقابل میں قینچیوں سے کاٹا جانا اور آروں سے چیرا جانا مجھے بہت آسان معلوم ہوتا اور جانکنی کی کششوں میں سے ایک کشش (کھچاؤ) کے مقابل میں تو سو ضرب (کاٹ) تلوار کی مجھے سہل معلوم ہوتی ہے عہ جب موت کا وقت آپہونچا تو ایک شخص میرے پاس آیا جو عظیم الخلقت اور بہت خوفناک تھا اور میری آنکھوں کیطرف اشارہ کیا پس وہ اندھی ہوگئیں۔ پھر کانوں کیطرف اشارہ کیا پس وہ بہرے ہوگئے پھر زبان کیطرف اشارہ کیا پس وہ گونگی ہوگئی۔ پس میرے اہل وعیال رونے لگے اور میرے عزیزوں کو خبر دیگئی اوس وقت میں نے پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے کہ میرے عیال ومال اور اولاد سے مجھے جدا کردیا تیرے خوف سے میرا جوڑ جوڑ کانپ رہا ہے کہا میں ملک الموت ہوں

عہ دینی اور دنیاوی بادشاہت کا فرق سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے۔ دنیاوی بادشاہ اگرچہ ہفت اقلیم کی بادشاہت کا مالک ہو نہ تو اتنی طاقت رکھتا ہے کہ کسی مردہ کو دفن ہونے سے پہلے بھی باتیں کرنے پر مجبور کرسکے اور نہ اتنا وزن اور وقار ہی رکھتا ہے کہ کوئی مردہ بخوشی اوس سے گفتگو کرے۔ یہ زور دینی ہی بادشاہت میں ہے کہ صرف اونکی غلامی کا اظہار کرنے اور اونکے حق کا واسطہ دینے نے مردہ کو غلام بادشاہ دنیا ودین سے باتیں کرنے پر آمادہ کردیا اور اپنی پوری داستان اوس نے کہہ سنائی ۱۲ منہ

تیری روح قبض کرنے آیا ہوں پھر دو شخص آئے جو نہایت خوبصورت تھے ایک ان میں سے ایک میرے داہنے اور ایک بائیں بیٹھا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْعَبْدُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اے بندۂ خدا تجھ پر میرا اسلام اور خدا کی رحمت اور برکت ہو۔ ہم لوگ تیرا نامۂ عمل لائے ہیں اس کو پڑھ اور دیکھ کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا تم لوگ کون ہو۔ کہا وہی دونوں فرشتے ہیں جو دنیا میں تیرے دونوں کندھوں پر تیرے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے اور تیرے اچھے اور برے اعمال لکھا کرتے تھے یہ تیرے اعمال نامے ہیں پڑھ لے۔ پس میں نے نیک اعمال کے صحیفے کو پڑھا تو بہت خوش ہوا۔ پھر بداعمالیوں کے صحیفے کو پڑھا تو غمگین ہوا اور رونے لگا پس دونوں نے کہا کہ ہم لوگ تجھے خوش خبری دیتے ہیں کہ تیرا انجام بخیر ہوگا۔ پھر پہلا شخص (ملک الموت) میرے پاس آیا اور روح نکالنا شروع کیا اوس کی ہر کشش (کھچاؤ تکلیف میں) اون کل تکلیفوں کے برابر تھی جنکی ڈھیر زمین سے آسمان تک کی فضا کو بھر سکے۔ یہاں تک کہ میری روح سینہ تک پہونچی۔ پھر اوس کو اس طرح کھینچا کہ اگر اس کھچاؤ کی تکلیف پہاڑوں پر ڈال دیجاتی تو پگھل جاتے پھر ایک دوسرے فرشتہ نے میری روح ملک الموت سے لیلی اور سبز ریشمی کپڑے میں لپیٹکر بارگاہ پروردگار میں لے گیا وہاں کل واجب چیزوں نماز۔ روزہ وغیرہ اور کل حرام چیزوں جیسے قتل اور سود وغیرہ سے سوال کیا گیا پھر روح واپس کی گئی پس لوگ مجھے غسل دینے لے گئے۔ میری روح نے غسل دینے والوں سے کہا کہ میرے ضعیف بدن پر نرمی کرنا قسم خدا کی جس جس رگ سے میں نکلی ہوں وہ ٹوٹ گئی ہیں اور جس جس عضو سے نکلی ہوں وہ پھٹ گئے ہیں۔ قسم خدا کی اگر غسل دینے والے اس کلام کو سنتے تو کبھی کسی کو غسل نہ دیتے۔ غسل وغیرہ سے فرصت کرکے جب مجھے قبر میں اوتارا تو میں نے خیال کیا کہ آسمان سے زمین پر گر پڑا ہوں (کیونکہ بدن کا ہر ٹکڑہ زخمی ہو رہا تھا) جب لوگ دفن کرکے پلٹے تو قبر کی تنگی اور فشار (دباؤ) سے میں رونے لگا اور کہنے لگا کہ کاش میں بھی واپس جاتا اور کچھ عمل نیک کر لیتا۔

ع اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے سے پہلے بھی نامۂ عمل مرنے والے کو پڑھوا دیا جاتا ہے ۱۲ منہ

پھر ایک فرشتہ نے جس کا نام مُنبّہ (اعمال لکھنے کی خبر دینے والا) ہے مجھ سے کہا
کہ یہ آرزو بیکار ہے اور اب قیامت تک تجھے یہیں رہنا ہے۔ پھر[12] مجھے بٹھلا کر
چھوٹے بڑے کل اعمال لکھنے کی فرمائش کی اور میری انگلیوں اور میرے تھوک
سے میرے کفن پر لکھوایا اور اوس پر مُہر کی اور میرے گلے میں لٹکا دیا۔ پھر[13] منکر اور
نکیر یکے بعد دیگرے نہایت خوفناک صورت میں آئے اور اون کے ہاتھوں میں
لوہے کا ایک ایک سونٹا اس قدر بھاری تھا کہ کل اہل دنیا ملکر اوس کے ہٹانے
پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔ اور وہ اس طرح چیخے کہ اگر اہل زمین اوس آواز کو
سُن لیتے تو سب کے سب مرجاتے۔ اونکے خوف سے میری زبان بند ہوگئی اور
میرے ہر عضو سے دم نکل گیا اور (معلوم ہوا کہ جیسے) میرا جوڑ جوڑ ٹوٹکر جدا ہوگیا
پھر[14] خدا نے اپنی رحمت سے میرے دل کو مطمئن کردیا۔ اون فرشتوں نے
جدا جدا میرے اعتقادات پوچھے۔ میں نے کہا کہ اللہ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ میرے نبی ہیں اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میری کتاب ہے اور
کعبہ میرا قبلہ ہے۔ اور علیؑ اور اونکی اولاد طاہرینؑ میرے ائمہ (پیشوا) ہیں اور
مومنین میرے بھائی ہیں۔ اور موت اور سوال منکر و نکیر اور پل صراط اور بہشت
اور دوزخ برحق ہے۔ اور قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔
اور (حساب وکتاب کے لئے) خدا سب کو قبروں سے اوٹھائیگا۔ یہی میرا کلام اور
یہی میرا عقیدہ ہے۔ اور قیامت کے دن اسی اعتقاد پر اپنے پروردگار سے
ملونگا۔ پس پہلے[15] نے کہا کہ اے بندۂ خدا میں تجھے سلامتی کی خوشخبری دیتا ہوں
میرے عذاب سے تو بچ گیا۔ اب دوطمن کی طرح سورہ اور دوسرے نے کہا کہ
میں تجھے ہمیشگی نعمت اور باقی رہنے والی بھلائی کی خوش خبری دیتا ہوں پھر مجھے
لٹا دیا اور کہا کہ دولھن کی طرح سورہ۔ پھر[16] اس کیطرف بہشت سے اور پاؤں کی
طرف دوزخ سے ایک ایک دروازہ کھول دیا اور کہا کہ دیکھ لے اوس بہشت کو
جس میں داخل کیا گیا ہے اور اوس دوزخ کو جس سے بچا لیا گیا ہے۔ پھر[17] دوزخ
کے دروازہ کو بند کردیا اور بہشت کے دروازہ کو کھلا رہنے دیا جس سے بہشت کی
ٹھنڈی ہوائیں اور نعمتیں میرے پاس آیا کرتی ہیں۔ اور قبر اس قدر وسیع کردی

جہاں تک نگاہ پہونچ سکتی ہے اور قبر میں ایک ایسا چراغ روشن کردیا جسکی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہے۔ میری سختیوں کا یہی قصہ ہے اور موت کی تلخی میرے حلق میں قیامت تک رہیگی پس اے سوال کرنیوالے مسلمان! منکر و نکیر اور خدائے عزیز و جلیل کے سوالوں کو ہمیشہ دھیان میں رکھنا اور میدان قیامت کی سختیوں سے ڈرتے رہنا باوجودیکہ میں نیکوکاروں سے تھا پھر بھی یہ سختیاں جھیلنی پڑیں [1] میں عرض کرتا ہوں کہ نمبر ۱ چونکہ اس حدیث میں اعتقادی اور اخلاقی فائدے بہت تھے اس لئے اس کے بہت سے مضامین نقل کر دیئے ہیں باوجود اس کے طول کے خوف سے بہت سے مضامین چھوڑ دیئے ہیں نمبر ۲ اگر کوئی پوچھے کہ اس حدیث کے نمبر ۱ اور نمبر ۵ اور نمبر ۸ اور نمبر ۱۴ اور نمبر ۱۵ اور نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مردہ شیعۂ اثنا عشری اور نیکوکار تھا اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ موت کے وقت اور قبر میں منکر و نکیر کے سوال کے وقت چودہ معصوم تشریف لاتے اور مومنوں کے لیے سفارش کرتے ہیں پھر وہ سختیاں کیوں جھیلنی پڑیں جو باقی نمبروں میں مذکور ہیں تو جواب اس کا ایک یہ ہے کہ بدن کی مثال مکان کی ہے اور روح کی مثال مکان میں رہنے والوں کی۔ پس جس طرح آرام کے مکان سے نکلنا جبر ہوتا اور کھلتا ہے اور تکلیف دہ مکان سے انسان گھبرا کر خود ہی اوسکو چھوڑنا چاہتا اور آسانی سے چھوڑ دیتا اور اس پر خوش ہوتا ہے۔ اوسی طرح جو لوگ بدن کو آرام دیتے اور تن پروری کرتے ہیں اونکی روح اوس بدن سے نکلنا پسند نہیں کرتی اور بہت تکلیف سے نکلتی ہے۔ اور جو لوگ بدن کو تکلیف میں رکھتے موٹا کھاتے اور موٹا پہنتے اور کھرّی اور تکلیف کی جگہ میں زندگی بسر کرتے ہیں اونکی روحوں کو اوس بدن میں اُنس اور محبت نہیں ہوتی اور بہت جلد اور بہت آسانی سے اوسکو چھوڑ دیتی ہے۔ اسی وجہ سے اولیاء اللہ نے ہمیشہ تکلیف کی زندگی پسند کی۔ پس ہو سکتا ہے کہ اس مردہ نے آرام میں زندگی بسر کی ہو جسکی وجہ سے باوجود سفارش اہلبیت اور نرمی ملک الموت کے روح تکلیف سے نکلی ہو۔ حدیث میں ہے کہ اَلزَّاهِدُ فِی الدُّنْيَا يُرِيحُ قَلْبَهُ وَبَدَنَهُ وَالرَّاغِبُ فِيهَا يُتْعِبُ قَلْبَهُ وَبَدَنَهُ [2]

---

[1] نفس الرحمان در فضائل سلمان باب ۱۶ ذکر وفات سلمان فارسی علیہ الرحمۃ والرضوان ۔ ۱۲ منہ
[2] ابواب الجنان باب الفصل ۳ بیان مذمت حرص دنیا ص ۵۷ چھاپہ کشوری ۔ ۱۲ منہ

یعنی دنیا کو چھوڑنے والا اپنے قلب اور بدن کو آرام دیتا ہے اور اسکی رغبت رکھنے والا ان دونوں کو تکلیف دیتا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ مومن اگرچہ بدکار ہو اگر گناہ کبیرہ کو جرأت اور سرکشی کی وجہ سے معمولی چیز سمجھکر نہیں کیا ہے تو اوس کے ایمان کا اثر یہ ہے کہ ضرور نجات پائیگا اور یقیناً بہشت میں جائیگا۔ مذکورۂ بالا حدیث میں ۶ سے معلوم ہوگیا کہ یہ مردہ گناہوں میں بھی مبتلا ہوا تھا۔ کئی حدیثیں اس مضمون کی بھی ہیں کہ خداوندعالم گناہگار مومن کو دنیا میں بلاؤں میں پھر موت اور قبر اور برزخ کی سختی میں اس غرض سے مبتلا کردیتا ہے تاکہ میدان قیامت میں گناہوں سے پاک و پاکیزہ ہوکر پہونچے عہ۔ اس کو خود خدا ہی جانتا ہے کہ کس قسم کا گناہ ان عذابوں کو چاہتا ہے اور کون سا شفاعت سے بخشدیا جاتا ہے عہ حدیث صحیح میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ائمۂ معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کے دل ارادۂ پروردگار کی جگہیں ہیں یہ حضرات وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے اوسکی مشیت کے خلاف ارادہ نہیں کرتے چنانچہ خداوندعالم خود ہی ارشاد فرماتا ہے مَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللهُ (سورۂ دہر پ۲۹ آیت ۳۰) لہ (یعنی اے اہلبیت رسول تم نہیں چاہتے لیکن وہی جو خدا چاہتا ہے) پس ہوسکتا ہے کہ اس مردہ کا گناہ اوسی قسم کا رہا ہو جس سے پاکیزگی خدا کے علم میں سختیوں ہی کے ذریعہ سے ہونا مناسب ہو اسی جواب سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس کے پاس منکر و نکیر کا خوفناک صورت میں آنا بھی اس کو پاک ہی کرنے کی غرض سے تھا۔

عہ بسند معتبر منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ بعض مومن اور بعض کافر کو بونستے اور ہنستے بہت آرام سے مرتے دیکھتے ہیں اور بعض مومن اور بعض کافر کو بہت تکلیف سے۔ فرمایا کہ مومن کی آرام کی موت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اوس کو ثواب فوراً دیدیا جاتا ہے اور کافر کی آرام کی موت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اوسکی بھلائیوں کا بدلا دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے تاکہ آخرت میں ثواب کا مستحق نہ ہو۔ اور مومن جو تکلیف سے مرتا ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ اوسکو دنیا سے گناہوں سے پاک کرکے اوٹھائے تاکہ آخرت کے ثواب کے لئے کوئی روک باقی نہ رہے اور کافر کے تکلیف سے مرنیکی وجہ یہ ہے کہ اوسکے نامۂ عمل میں کوئی کار خیر نہیں ہوتا اس لئے عذاب

لہ تفسیر برہان جلد ۲ صـ۱۱۶۶ و ۱۱۶۷ و ۱۱۷۰ - ۱۲ منہ

قیامت کا سماں

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ (سورہ حج پ۱۷ آیت ۲و۳) اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو۔ البتہ قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے (اوس دن سے ڈرو) جس دن ہر دودھ پلانے والی عورت کو دیکھو گے کہ اپنے شیرخوار بچے سے خوف و دہشت کی وجہ سے غافل ہو جائیگی اور حاملہ عورتوں کا حمل ساقط ہو جائیگا (پیٹ گر جائیگا) اور لوگوں کو خوف سے متوالا پاؤ گے حالانکہ وہ نشہ کی وجہ سے متوالے نہ ہونگے۔ لیکن (وہ کیا کریں) خدا کا عذاب ہی سخت ہے [1] ابو اسحٰق ہمدانی حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے محمد بن ابوبکر کو جب مصر کا حاکم مقرر فرمایا تو اونکو خط لکھا اور تحریر

(بقیہ حاشیہ ۶۳) اوس کا اوسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے خدا انصاف ورہے ظلم نہیں کرتا [1] (وسا) بسند صحیح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ امامت علیؑ کا اعتقاد رکھنے والے بہشت میں ضرور جائیں گے۔ پس اگر گناہگار ہوں گے تو دنیا میں بلاؤں میں اور آخرت میں کسی قدر عذاب میں مبتلا کر دیئے جائینگے تاکہ آخرت میں پاک ہو کر پہونچیں اور اونکے مخالفوں کو اونکے اچھے اعمال کا بدلا دنیا ہی میں نعمت اور صحت جسمانی اور وسعت رزق سے کر دیا جاتا ہے تاکہ آخرت میں عذاب کے سوا ثواب سے کوئی حصہ اونکے لئے نہ ہو اور مومن کو جہنم دکھا دیا جائیگا کہ اگر مومن نہ ہوتے تو اس میں رہتے اور مخالفوں کو بہشت دیکھا دیا جائیگا کہ اگر مومن ہوتے تو اس میں رہتے۔ اور گناہگار مومن کو پاک کرنے کے لئے پہلے دنیا میں بلاؤں میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر یہ کافی نہ ہوا تو موت کے وقت سختی کیجاتی ہے۔ اگر یہ بھی کافی نہ ہوا تو قبر میں سختی کیجاتی ہے۔ اگر پھر بھی گناہ باقی رہ گیا تو قیامت میں سختی کیجاتی ہے۔ اگر پھر بھی رہ گیا تو جہنم کے اوپر کے طبقہ میں رکھا جائیگا جسکی گرمی مثل حمام کے ہے اسکے بعد ائمہؑ شفاعت کر کے نکال لینگے۔ پس مومن کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اسکی نوبت نہ آئے اور ایسے لوگ شیعہ نہیں کہلاتے بلکہ ہمارے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن کہلاتے ہیں ۱۲ منہ

[2] جن لوگوں کو ۱۹۳۴ء ۱۵ ماہ جنوری کا زلزلہ یاد ہوگا خاص کر کے مونگیر۔ مظفرپور۔ موتیہاری۔ دربھنگہ۔ سیتامڑھی وغیرہ کی قیامت خیز تباہی وہ اندازہ کر سکیں گے کہ قیامت کے دن ساری دنیا کو فنا کرنیوالا زلزلہ کس پیمانہ پر ہوگا ۱۲ منہ

[3] حق الیقین صفحہ ۴۲۹ فصل ۱۸ ذکر احوال جہنم ۱۲ منہ

[1] مجالس الاخبار مصنفہ صدوق علیہ الرحمۃ حصہ ۲ باب ۴۲ سختی موت

فرمایا کہ اہل مصر کو یہ خط پڑھکر سُنا دینا۔ اوسمیں تحریر فرمایا تھا کہ اے بندگانِ خدا قیامت کی سختیاں قبر کی سختیوں سے زیادہ سخت ہونگی۔ یہ وہ دن ہے جسکی سختیوں سے بچے بڈھے ہو جائیں گے اور بڈھے متوالے اور حاملہ عورتوں کا حمل گرجائیگا اور دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیر خوار بچوں سے غافل ہوجائینگی۔ بڑا کٹھن دن ہوگا۔ تکلیفیں اوسکی پھیلی ہونگی۔ اس دن کے خوف سے فرشتے جو گناہ نہیں رکھتے (اور معصوم ہیں) دہشت میں پڑجائیں گے۔ اور ساتوں آسمان اور پہاڑ اور زمین کانپتے ہونگے؟ اور آسمان پھٹکر پُرزے پُرزے اور گلابی رنگ کے اور پہاڑ بہتی ہوئی ریت کی طرح ہوجائینگے بعد اس کے کہ سخت اور ٹھوس تھے۔ اور صُور پھونکا جائیگا جس سے سوا اون لوگوں کے جنھیں خدا چاہیگا باقی سب لوگ کانپ جائیں گے۔

پھر (اسی سے سمجھ لو کہ) اون کا کیا حال ہوگا جنھوں نے کانوں اور آنکھوں اور زبان اور ہاتھوں اور پاؤں اور شرمگاہوں اور پیٹوں سے گناہ کئے ہوں گے۔ اگر خدا اون کو نہ بخشیگا اور اونپر رحم نہ کرے گا تو ٹھکانا اون کا بجز جہنم کے دوسری جگہ نہیں ہے جسکی گہرائی بہت زیادہ ہوگی۔ جلن اوسکی سخت ہوگی۔ پینے کی چیز اوسمیں پیپ ہوگی۔ عذاب اوس کا نئے نئے قسم کا ہوگا۔ گرز اوسکے (دہکتے ہوئے) لوہے کے ہونگے۔ اوسکے عذاب میں کمی نہ ہوگی۔ اُس کے رہنے والوں کے لئے موت نہ ہوگی۔ جہنم وہ مکان ہے جس میں رحم کا نام تک نہیں ہے اور کسی کی پکار سُنی نہ جائیگی۔ باوجود اسکے (رحمت خدا کے حقداروں کے لئے) بہشت ہوگا جسکی چوڑائی اُتنی ہے جتنی آسمان اور زمین کی۔ پرہیزگاروں کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔ تکلیف اوسمیں بالکل نہ ہوگی اوسکی لذتوں سے جی نہ گھبرائیگا اوس میں رہنے والوں کا مجمع متفرق (آپس سے جدا) نہ ہوگا۔ خدا (کی رحمت) کے ہمسایہ میں ہوں گے۔ کمسن غلام اون کے سامنے سینیاں لئے کھڑے ہونگے جنمیں پھل اور خوشبودار تپیاں ہونگی ۔ ۲ قاضی شریح بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو ایک دن موعظہ فرمایا (جس میں پہلے دنیا کی بے ثباتی اور ناپائداری اور نیکوکاروں اور بدکاروں ... اون کے اچھے اور برے بدلوں کو ذکر فرمایا ہے آخر میں قیامت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں) کہ وہ حساب

اور کتاب پیش کئے جانے اور ثواب و عذاب دیئے جانے کا دن ہے۔ اہل دنیا کے اعمال اُلٹ پلٹ کر دیکھے جائیں گے۔ کل گناہ گنے جائیں گے۔ لوگوں کی آنکھیں (روتے روتے یا گرمی کی شدت سے) بہ جائیں گی ص زمین اور دنیا کا رنگ بدل جائیگا اور تازگیاں جاتی رہینگی۔ سختیوں کو دیکھکر کوئی کوشش کام نہ آئیگی۔ گناہگار اپنی پیشانیوں سے پہچان لئے جائیں گے۔ پوری زمین کی چیزیں یعنی پہاڑ۔ درخت مکانات۔ زلزلہ کی وجہ سے پاش پاش (ٹکڑے ٹکڑے) ہو کر ڈھہ جائیں گے اور زمین کے چاروں گوشے برابر ہو جائیں گے۔ لوگ ایک لمحہ میں کھینچکر بارگاہ پروردگار میں پہونچا دیئے جائیں گے۔ اور گروہ گروہ تلے اوپر ٹوٹ پڑیں گے اور گناہگار اُلٹے پاؤں جہنم کیطرف پلٹا دیئے جائیں گے۔ اور ایک ایک بات اون سے پوچھی جائے گی۔ سب کے سب ننگے ہونگے۔ سب کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی۔ آگے اون کے حساب و کتاب ہوگا اور پیچھے جہنم۔ جسکی گرم سانسوں کی آوازیں سُنتے ہوں گے۔ اور اوسکی آگ کے شعلے دیکھتے ہونگے اور کوئی مددگار اور فریادرس نہ پائیں گے جو اونکو قیامت کی مصیبتوں سے بچائے آسمان اوس طرح لپیٹ دیئے جائیں گے جس طرح کاغذ لپیٹا جاتا ہے۔ لوگ پل صراط پر دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور گمان کرتے ہوں گے کہ سلامت نہ رہیں گے۔ اون کو بولنے کی اجازت نہ دیجائیگی۔ کوئی بات اونکی سُنی نہ جائیگی تاکہ کچھ عذر کر سکیں۔ مُنہوں پر اون کے مہر کر دی جائیگی۔ اور ہاتھ اور پاؤں اون کے اعمال پر گواہی دینگے۔ بڑا سخت اور دردناک وقت ہوگا۔ لوگ دو حصے کر دیئے جائیں گے۔ ایک حصہ بہشت میں اور دوسرا جہنم میں بھیجدیا جائیگا۔ ایسے وقت کے لئے لوگوں کو خدا کیطرف بھاگنا (توجہ کرنا) اور عمل نیک کرنا لازم ہے [1]

اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لوگ قیامت میں تلے اوپر ہوں گے اور اپنے پسینہ میں اپنی رانوں تک ڈوبے ہونگے

ص حاملہ عورتوں کے حمل گر جائینگے۔ دودھ پلانے والیاں اپنے شیرخواروں سے جدا کر دی جائینگی۔ عقلمندوں کی عقلیں گم ہو جائینگی۔

[1] تفسیر برہان جلد ۲ صفحہ ۶۹۰ و ۶۹۹ دونوں نمبر ۱۲ منہ

اور روتے اور چیختے اور کانپتے ہوں گے له

(آٹھواں فائدہ) یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ سے عَلَی الْعٰلَمِیْنَ تک ۱ ساتویں فائدہ سے معلوم ہوگیا کہ آخرت کا مرحلہ موت سے لیکر قیامت تک بہت سخت ہے اور ایک سے ایک بڑھا ہوا ہے ۲ ظاہری اور باطنی تفسیروں سے معلوم ہوگیا کہ شفاعت ۔ حضرت سرور عالمؐ اور بارہوں ائمہ معصومینؑ اور سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین میں منحصر ہے ۳ تفسیر سورہ بقرہ جلد اول صفحہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی فرمائش لکھ آیا ہوں کہ احسان کے طور پر کوئی چیز دیکر احسان جتلانے کو خداوند کریم اپنے بندوں کے لئے پسند نہیں کرتا اور عیب سمجھتا ہے تو ایسی مقدس اور عیوب سے منزہ اور پاک ہستی جو کرم اور بخشش خود ہی ہے اس معیوب صفت کو اپنے لئے کیونکر پسند کرسکتی ہے ۴ یہ بھی معلوم ہے کہ کسی چیز کو یاد دلانے سے صرف یاد ہی دلانا مقصود نہیں ہوا کرتا بلکہ اوس سے کوئی دوسری غرض پیش نظر ہوتی ہے ۵ قبل اسکے کئی جگہ لکھ آیا ہوں کہ خداوند غنی کی ہستی بے نیاز ہے اور وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے بلکہ بندوں کو جس چیز کا حکم دیتا اور اون سے جو کچھ چاہتا ہے اوس سے اونھیں کا فائدہ ملحوظ رکھتا اور اونھیں کو نفع پہونچانا چاہتا ہے ۶ یہ بھی کئی جگہ لکھ آیا ہوں کہ دنیاوی فائدہ دنیاوی نعمت نہیں رکھتا اور بالکل بے حقیقت چیز ہے اور واقعی فائدہ وہ ہے جو آخرت میں کام آئے ۷ حدیث ثقلین وغیرہ یہ بتاتی ہیں کہ آخرت کے فائدوں کا حاصل ہونا حضرت سرور عالمؐ کی نبوت کے ساتھ ساتھ خدا کی عدالت اور ائمہ اہلبیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت کے اعتقاد و اقرار پر موقوف ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ لَیْسَ لِلّٰہِ فِیْ عِبَادِہٖٓ اَمْرٌ اِلَّا الْعَدْلُ وَالْاِحْسَانُ (یعنی عدل اور احسان کے سوا بندوں میں خدا کا کوئی حکم نہیں ہے ۔ اور عدل کی تفسیر اعتقاد و اقرار وحدانیت پروردگار عادل اور احسان کی تفسیر اعتقاد و اقرار امامت ائمہ اہلبیتؑ سے کی گئی ہے ۔ پس ان ساتوں نمبروں کو ملانے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ خداوند حکیم و رحیم و کریم نے بنو اسرائیل کو اپنی حقیقی اور واقعی نعمتیں (یعنی حضرت سرور عالم اور ائمہ اہلبیتؑ کو) یاد دلا کر ان کی

تفسیر ... جلد ۱ صفحہ ...

له حق الیقین نمبر ۹۶ فصل ۱۰ ذکر میزان اور مظالم ۱۲ منه

نبوت اور امامت کے اعتقاد و اقرار اور اونکی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے۔
اور لفظ نعمت سے تعبیر کرکے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ درحقیقت نعمتیں یہی لوگ ہیں اور نعمتوں خاص کرکے ہمیشہ باقی رہنے والی اُخروی نعمتوں کو حاصل کرنا ہر ذی روح کی فطرت کا تقاضا ہے اور انسان کی فطرت کا بدرجہ اَوْلیٰ۔ کیونکہ انکی فطرتی خواہش کی تائید انکی عقلیں بھی کر رہی ہیں۔ اور قبل اسکے کئی جگہ لکھ آیا ہوں کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اِیَّاکِ اَعْنِیْ اِسْمَعِیْ یَا جَارَۃُ کی قسم سے ہے یعنی اون میں خطاب کسی شخص سے ہے اور مخاطب درحقیقت کوئی دوسرا شخص ہے [1] اور حضرت عمر نے بھی بیان کیا کہ قوم بنواسرائیل گذر چکی اس آیت میں صرف تمہیں لوگ مراد لئے گئے ہو [2] اور اس قسم کی آیتیں بھی بہت ہیں جن میں خطاب خاص ہے اور مخاطب عام یعنی ایک شخص سے خطاب کیا گیا ہے لیکن حکم اون کل لوگوں کو شامل ہے جو مکلف یعنی محکوم ہونے کے قابل ہیں۔ پس میری غرض یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب حضرت عمر کے بیان کے مطابق خاص امت محمدی سے ہو۔ یا خطاب خاص اور مخاطب عام کی قسم سے جس میں بنی اسرائیل بھی داخل ہیں۔ بہر حال امت محمدی۔ خطاب اعتقاد و اقرارِ امامتِ ائمہ اہلبیت ع میں یقیناً داخل ہیں۔ اور اونکو خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کہ اس نعمت کو نہ چھوڑیں اور اپنی آخرت درست کرنے کے لئے اس کو اختیار کریں۔ کیونکہ انمیں زیادہ فردیں ایسی ہیں جو تعصب اور عناد یا دنیا کی لالچ یا اپنوں سے خوف یا شرم اور مروت کی وجہ سے جان بوجھکر اس فریضہ سے کنارے رہنا اچھا سمجھتے ہیں۔

(نواں فائدہ) یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اذْکُرُوْا (تا آخر) دوسرے مقدمہ صٓ سے ۱۴ تک بتفصیل لکھ آیا ہوں کہ ہر منعم (نعمت دینے والے احسان اور بھلائی کرنے والے) کو پہچاننے اور اوسکے حقوق ادا کرنے کو ہر موجود یہاں تک کہ ڈھیلے پتھر کی فطرت چاہتی اور عقل والوں کی عقل اوسکی تائید کرتی ہے اور اسی حق شناسی اور اوسکے ادا کرنے کو شکر منعم کہتے ہیں۔ اور کل منعموں سے بہتر اور افضل بلکہ حقیقی منعم خداوند کریم ہے

منعم کا شکر واجب ہے

[1] ملاحظہ ہو چھٹواں مقدمہ صٓ ۲ و تفسیر اتقان جلد ۲ صٓ ۳۲ نوع ۵۱ ذکر وجوہ مخاطبات وجہ ۲۳ - [2] منہ [2] ملاحظہ ہو اسکے قبل صٓ ۱۵ جلد ۱۴ اس تفسیر کا ۱۲ منہ

اور اوسکی نعمتیں بے حد و انتہا ہیں - اور ہر منعم کا حق اوسی قدر ہوتا ہے جسقدر اوسکی نعمتیں ہیں اور نعمت کی مقدار ادا کاری کے بوجھ کی مقدار کو بتاتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎ شکر نعمتہا ے او چند انکہ نعمتہاے او + پس خدا کے حقوق بھی بے حد ہوں گے اور اونکی ادا کاری بھی اوسی قدر تاکیدی ہوگی اور منجملہ اون حقوق کے ایک اس حکم کو انجام دینا ہے جو اوس نے اعتقاد و اقرار نبوت و امامت کے متعلق کیا ہے -

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

(الفاظ کے معانی) و - اور + اذ - وقت - جس وقت + فرق - جدا کیا + نا - ہم نے - مینے + ب - واسطے + کم - تمہارے + بحر - دریا + ف - پس + انجی - نجات دی - بچایا + اغرق - ڈوبایا + اٰل - قوم + فرعون - بادشاہ مصر + انتم - تم لوگ + تنظرون - دیکھ رہے تھے + واعد - وعدہ کیا - موسے - مشہور نبی ہیں + اربعین - چالیس + لیلۃ - رات - راتیں + ثم - پھر - بعد + اتخذ - اختیار کیا - لیا + تم - تم + العجل - گوسالہ بچھڑا یا بچھی + من - سے + بعد - بعد - آخر + ہ - اوس - اس + انتم - تم + ظالمون - ظلم کرنے والے + عفا - بخشدیا + عن - سے + کم - تم + ذالک - اس - اوس + لعل - شائد - تاکہ + تشکرون - شکریہ ادا کرو -

(با محاورہ ترجمہ) اور وہ وقت بھی یاد کرو جب کہ میں نے تمہارے لئے دریا پھاڑ کر راہ بنادی اور (ڈوبنے سے) تمہیں بچالیا - اور تمہارے سامنے قوم فرعون (اور خود فرعون) کو ڈبادیا - اور وہ وقت بھی یاد کرو جب کہ میں نے موسےؑ سے چالیس

راتوں کا وعدہ کیا تھا۔ پھر تم نے اون کے جانے کے بعد گاے پوجنا شروع کر دیا
حالانکہ (اس فعل سے) تم لوگ (اپنے اوپر) ظلم کرنے والے تھے۔ پھر اُس کے بعد
ہمیں نے تمہارے (اس گناہ کو) بخشدیا تاکہ تم لوگ (میرا) شکریہ اوا کرو۔
(نحو) واؤ حرف عطف۔ اذ اسم ظرف مفعول فیہ۔ فرقنا فعل با فاعل۔ ب
حرف جار۔ کم مجرور۔ دونوں مل کر متعلق فرقنا کا۔ بحر مفعول بہ۔ فعل
اپنے فاعل اور مفعول فیہ اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ
خبریہ۔ ف حرف تفریع۔ انجینا فعل با فاعل۔ کم مفعول بہ۔ فعل اپنے
فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واو حرف عطف
اغرقنا فعل با فاعل۔ آل مضاف۔ فرعون مضاف الیہ۔ دونوں مل کر
مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر فعلیہ خبریہ ہو کر ذوالحال۔
واو حالیہ۔ انتم مبتدا۔ تنظرون فعل۔ انتم جو اوسمیں پوشیدہ ہے
اوس کا فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر۔ مبتدا اور خبر
مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال۔ واو حرف عطف۔ واعدنا فعل با فاعل۔
موسٰے مفعول بہ۔ اربعین ممیز۔ لیلۃ تمیز۔ دونوں مل کر مفعول فیہ۔ فعل
اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف۔
ثم حرف تعقیب۔ اتخذتم فعل با فاعل۔ العجل مفعول بہ۔ من حرف جار
بعد مضاف۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کی مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ
مل کر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر متعلق اتخذتم کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول
اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ذوالحال۔ واو حالیہ۔ انتم مبتدا۔ ظالمون
خبر۔ مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال۔ ثم حرف تعقیب۔ عفونا فعل
با فاعل۔ عن حرف جار۔ کم مجرور۔ من حرف جار۔ بعد مضاف۔ ذالک
مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مجرور۔ جار اور مجرور مل کر متعلق عفونا کا۔ فعل
اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔ لعلّ حرف مشبہ بفعل۔ کم
اوس کا اسم۔ تشکرون فعل۔ انتم ضمیر جمع مذکر حاضر کی جو اوسمیں پوشیدہ
ہے اوس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر لعلّ اپنے اسم اور

خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔
(قرائت) زہری نے فرقنا کو فرّقنا "ر" پر تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ لیکن اس کو لوگوں نے اختیار نہیں کیا۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ فرّقنا (تشدید کے ساتھ) شدت تفریق یعنی کئی ٹکڑے کر دینے کے معنی میں ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ دریا کا پانی پھاڑ پھاڑ کر کئی راہیں بنا دی گئی تھیں۔ اور اہل بصرہ اور ابوجعفر نے اس سورہ اور سورۂ اعراف اور سورہ طٰہٰ میں واعدنا کو بغیر الف کے وَعَدْنَا پڑھا ہے اور باقی قاریوں نے واعدنا الف کے ساتھ اور حفص اور ابن کثیر وغیرہ نے اتخذتم اور اخذتم اور اس قسم کے دوسرے لفظوں میں (جنہیں ذ اور ت اکٹھا ہوئے ہیں) ذ کو ظاہر کر کے پڑھا ہے اور اعشیٰ نے اتخذتم اور اس طرح کے دوسرے لفظوں میں جو باب افتعال سے ہوں انکی موافقت کی ہے اور باقی قاریوں نے ذ کو ت سے ملا کر (اتَّخَتُّم اور آخَتُّم) پڑھا ہے [1]

(ظاہری تفسیر) وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ یعنی (داہنے اور بائیں کے) دونوں پانیوں کو آپس سے جدا کر کے سوکھی راہ بنا دی جہیں تم لوگ کئی گروہ ہو کر چل رہے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ دریا میں تمہارے داخل ہونے پر ہمیں نے اوس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ہر دو پانی کے درمیان (جدا جدا راہیں پیدا ہو گئیں جن پر) تم لوگ گروہ گروہ ہو کر چل رہے تھے۔
فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ پس ہمیں نے تم کو دریا اور (انہیں) ڈوبنے سے بچا لیا۔ اور قوم فرعون کو ڈوبا دیا۔ اور خود فرعون کے ڈوبنے کو بیان پر یا تو اس وجہ سے ذکر نہیں کیا ہے کہ قرآن میں اوس کا ذکر کئی جگہ آچکا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ رئیس اپنی قوم کے ساتھ ساتھ رہا کرتا ہے (جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی ڈوبا) یا اس وجہ سے ذکر نہ کیا کہ آل فرعون سے خود

ع قبل اسکے بعض جگہ میں لکھ آیا ہوں کہ ان قرائتوں کے اختلاف کا سبب حضرت عثمان کے ساتوں قرآن ہیں جنہیں غلطیاں رہ گئی تھیں اور اونھوں نے دیکھنے کے بعد بھی درست نہ کیا اور اپنے فریضہ کو پورا نہ کر کے جاہل عربوں پر چھوڑا اور کہا کہ چھوڑ دو عرب درست کریں گے [1]

[1] مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ نوع ۴۱ تنبیہ ۳ – ۲ منہ

فرعون ہی (اور اوسی کا ڈوبنا) مقصود ہو جس طرح آیت مبارکہ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسٰى وَآلُ هَارُونَ (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۲۴۸) میں آل موسے اور آل ہارون سے خود یہی دونوں بزرگ مقصود ہیں۔ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ اور او نکو ڈوبتے ہوئے تم دیکھ رہے تھے۔ اور اس فرمائش سے (آل فرعون کے ڈوبنے کی خبر دیکر) بنو اسرائیل کو بہت زیادہ خوش کرنا اور (غیب یعنی بہت پہلے گذرے ہوئے واقعہ کی خبر دیکر حضرت سرور عالم کے) معجزہ کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور بعض نے کہا ہی کہ مقصود یہ ہے کہ اگرچہ تم (اپنی گرفتاریوں اور حفاظت جان کی فکر کی وجہ سے) او نکو نہ دیکھ سکے لیکن چونکہ وہ تمہاری موجودگی میں ڈوب رہے تھے اگر تم دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے لیکن صحیح پہلا کلام ہے اس لئے کہ بنو اسرائیل دریا سے پار ہو چکے تھے اور مفسروں نے لکھا ہے کہ اونھوں نے آل فرعون کو ڈوبتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس واسطے اس آیت کے ظاہری معنی کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

قصہ غرق فرعون۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام پر وحی کی کہ بنو اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے چلے جائیں پس وہ او نکو لیکر رات کو روانہ ہوئے بنو اسرائیل چھ لاکھ بیس ہزار تھے۔ پس فرعون نے مادین سواروں کے علاوہ دس لاکھ گھوڑے سواروں کو ساتھ لیکر انکا پیچھا کیا۔ اور (ساتھیوں سے کہا کہ) ان لوگوں نے ہمیں غصہ دلایا ہے اور تم لوگوں کے پاس کافی سامان (ان کو مار ڈالنے کا) موجود ہے۔

بنو اسرائیل بھاگتے ہوئے دریا کے پاس پہونچ گئے مڑ کر جو دیکھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے گرد بلند ہے تو حضرت موسےٰؑ سے کہا کہ ہم لوگوں میں آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم لوگ مصیبتیں اوٹھاتے رہے اور آپ کے آنے کے بعد بھی مصیبتوں ہی میں گرفتار ہیں۔ دیکھئے آگے دریا ہے اور پیچھے فرعون کی فوج جو پہونچا ہی چاہتی ہے۔ اونھوں نے جواب دیا کہ عنقریب خداوند عالم تمہارے دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور تم کو زمین کا مالک بنائیگا تاکہ دیکھے کہ تم کیا کرتے ہو۔ یوشع بن نون نے (جو انکے وصی تھے) اون سے پوچھا کہ آپکو کیا حکم ہوا ہے۔ کہا دریا پر عصا

غرق فرعون کا قصہ

سے مارنے کا۔ اور خدا نے دریا کو حکم دیدیا تھا کہ جب موسیٰ تجھ پر عصا ماریں تو اونکی اطاعت کرنا (پھٹکر راہ دیدینا) اونھوں نے عصا مارا پس پانی پھٹکر بارہ راہیں پیدا ہوگئیں۔ بنو اسرائیل نے کہا کہ ہم گیلی راہ سے نہ جائیں گے پس خدا نے ہوا بھیجی اوس نے راہیں خشک کردیں۔ یہ لوگ گروہ گروہ ہوکر ہر راہ سے ایک جماعت روانہ ہوئی اون لوگوں نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ ہمارے ساتھی کہاں ہیں۔ فرمایا ایسی ہی خشک راہ سے چل رہے ہیں۔ کہا جب تک ہم لوگ اونھیں دیکھ نہ لیں گے نہ مانیں گے۔ حضرت موسیٰ نے مناجات کی کہ پروردگارا ان بداخلاقوں کی تشفی پر میری مدد کر۔ حکم ہوا کہ اپنے عصا سے داہنے اور بائیں اشارہ کرو۔ اونھوں نے اشارہ کیا دونوں طرف (رکے پانی کی دیواروں میں) جھروکے پیدا ہوگئے اور ہر جماعت نے دوسری جماعت کو دیکھ لیا۔ جب فرعون اپنی فوج سمیت دریا پر پہونچا تو گھوڑا اوس کا جو مشکی رنگ کا تھا پانی سے ڈرا۔ حضرت جبرئیلؑ آدمی کی صورت میں ہوکر ایسی مادین پر سوار پہونچے جو نر کی خواہش رکھتی ہو اور اوس کو دریا میں ڈالدیا پس فرعون کا گھوڑا بھی اوس کو دیکھکر دریا میں کود پڑا۔ پھر اوسکے فوجی بھی سب کے سب داخل ہوگئے (آگے آگے بنو اسرائیل تھے اور پیچھے پیچھے فرعون اپنی فوج کے ساتھ) جب کل بنو اسرائیل دریا سے پار ہوچکے۔ اور کل فرعونی دریا کے اندر داخل ہولئے تو پانی برابر ہوگیا اور سب کے سب ڈوب کر ختم ہوگئے۔

۵۷ اس پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ خدا نے اسی طرح کا روشن معجزہ ہر نبی کو کیوں نہ دیا تاکہ اونکی حجت اچھی طرح روشن اور شبہ دور ہوجائے جواب اس کا یہ ہے کہ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے خداوند حکیم اپنی مصلحت کے مطابق حجت قائم کرتا ہے۔ قوم موسیٰ چونکہ موٹی عقلوں کی تھی اور باریک دلیلوں اور معجزوں کو سمجھ نہیں سکتی تھی جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریا پار ہونے کے بعد جب اونھوں نے بت پرستوں کے بتوں کو دیکھا تو حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی خدا بنادیجئے۔ اس لئے اونکے لئے ایسا معجزہ قرار دیا گیا اور عرب اور حضرت سرور عالمؐ کی امت چونکہ سمجھدار اور ذہین اور باریک باتوں کے سمجھنے کے قابل تھی اسلئے اونکے لئے اونکی طبیعتوں کے مناسب معجزے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ کو دیئے گئے۔ خلاصہ یہ کہ ہر نبی کو ویسے ہی معجزے دیئے گئے جو اونکی امت کے مناسب حال اور اونکے دلوں سے شکوک برطرف کرنے والے اور علم و یقین دلانیوالے تھے ۱۲ منہ

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً اور اوس وقت کو یاد کرو جب کہ میں نے موسےٰؑ سے وعدہ کیا تھا کہ جب چالیس شبیں شروع ہونگی یا گذرنے لگیں گی یا ختم ہو جائیں گے تو میں تمہیں تختیاں دوں گا جن پر توریت اور احکام لکھے ہوں گے اور اوسمیں شفاء (بیماریوں سے نجات اور صحت کی چیز) ہوگی اور یہ چالیس راتیں وہی ہیں جن کو سورہ اعراف میں یوں بیان فرمایا ہے وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ یعنی میں نے موسےٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس راتیں (بڑھاکر) اونکو (چالیس) پورا کر دیا۔ اور وہ چالیس ماہ ذیقعدہ کی تیس اور ماہ ذی الحجہ کی دس راتیں تھیں۔ اور یہ وعدہ اوس وقت کیا گیا جب کہ بنو اسرائیل فرعون اور اوسکی قوم کی ہلاکت کے بعد صحیح وسالم مصر واپس آگئے پس حضرت موسےٰؑ نے اونکو مصر میں چھوڑا اور حضرت ہارون کو اونیں اپنا جانشین بنایا (اور چالیس شبوں کا وعدہ پورا کرنے کے لئے خود کوہ طور پر چلے گئے) اور وہاں چالیس شب ٹھہرے اور اون پر توریت اور تختیاں اوتاری گئیں ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ پس (اے بنو اسرائیل) تم نے گوسالہ کو اپنا خدا قرار دے لیا مِنْ بَعْدِهٖ حضرت موسےٰؑ کے طور پر جانے یا خدا کے وعدہ کرنے یا فرعون کے ڈوبنے اور معجزے دیکھنے کے بعد وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ حالانکہ گوسالہ پوجکر تم نے اپنے ہی اوپر ظلم کیا کیونکہ عذاب کے مستحق ہو گئے۔

گوسالہ کا قصہ:۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سامری[عے] ایک شخص باجرما کا

عے یہ تردید یا تو اس وجہ سے ہے کہ آیت میں چالیس شبوں کے ابتدائی یا وسطی یا انتہائی وقت کی تصریح نہیں کیگئی ہے یا اس وجہ سے ہے کہ روایتوں میں اختلاف ہے ۱۲ منہ

عے اسکے نام اور قومیت اور سکونت سب میں اختلاف ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قبیلہ سے تھا اور بعض نے کہا ہے کہ شہر کرمان (ایران) کا ایک کافر تھا اور بعض نے کہا ہے کہ باجرما کا رہنے والا منافق تھا اور باجرما یا تو مصر کے دیہاتوں میں کوئی دیہات ہے یا شہر موصل کے دیہاتوں سے اور کتاب مراصد الاطلاع میں ہے کہ زمین جزیرہ میں شہر رقہ کے دیہاتوں سے ہے۔ اور تفسیر منہج الصادقین میں ہے کہ ذات کا سنار تھا ۱۲ منہ

قصہ سامری

رہنے والا جس کا نام (مسیح یا) میسحا یا موسےٰ بن ظفر تھا اور اوسکی قوم گاے پوجا کرتی تھی اور اوسکی محبت اسکے دل میں بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن بنواسرائیل میں اپنے آپ کو مسلمان (خدا پرست) ظاہر کر رکھا تھا۔ پس جب حضرت موسےٰؑ (چالیس راتوں والے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے) اپنے پروردگار کیطرف (کوہ طور پر) جا چکے اور حضرت ہارونؑ کو اپنی جگہ پر چھوڑا تو حضرت ہارونؑ نے بنواسرائیل سے کہا کہ آل فرعون یعنی قبطیوں سے جو زیورات تم نے مانگنی[عہ] لے رکھے ہیں اونھیں کنارے کرو اور اپنے کو اون سے پاک کرو کیونکہ وہ نجس (ناجائز طریقہ سے حاصل کئے گئے) ہیں اور آگ روشن کردی اور اوسنے کہا کہ کل زیورات اسی میں ڈال دو۔ پس اونھوں نے ڈالنا شروع کیا۔ اور سامری نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کی ٹاپوں کے نیچے کی خاک لے رکھی تھی اوسکو لایا اور حضرت ہارونؑ سے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھوں میں ہے اوس کو بھی ڈال دوں اونھوں نے یہ سمجھکر کہ کوئی زیور ہے اجازت دی اوس نے وہ خاک اوسمیں ڈال دی اور کہا کہ بولنے والی گاے بنجا پس (وہ زیورات گاے بنگئے اور) بنواسرائیل (کا ایمان جانچنے) کے لئے وہی گاے کسوٹی اور امتحان کی چیز بن گئی۔ پس سامری نے اون سے کہا کہ تمہارا اور موسےٰؑ کا خدا یہی ہے پس سب کے سب اوسکو پوجنے اور اوس سے بیحد محبت کرنے لگے اور حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ ایسی گاے پیدا ہوگئی جسکے بدن میں (دنیا کی گایوں کیطرح) گوشت اور خون تھا۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسا کام رسول ہی کا معجزہ ہوسکتا ہے بلکہ سامری نے (سناروں کیطرح) مجسم گاے تیار کی تھی اور اوسمیں ایسے سوراخ بنا رکھے تھے کہ جب ہوا چلتی تھی تو اوس گاے کی آواز کیطرح آواز پیدا ہوتی تھی اور جو لوگ حسن بصریؒ کے موافق ہیں اونھوں نے کہا ہے کہ فرشتوں کے قدم کے نیچے کی مٹی میں خدا نے یہ اثر دیا ہے کہ جس صورت کے ارادہ سے جس چیز پر ڈالی جائے وہ چیز اوسی صورت کا زندہ

عہ تفسیر منہج الصادقین میں لکھا ہے کہ یہ زیورات قبطیوں کے لوٹے گئے تھے اور لوٹ کا مال بنواسرائیل پر حرام تھا ۱۲ منہ

جانور بن جائے۔ اور یہ معجزہ نہیں ہے کیونکہ (ایسی مٹی سے) ہر شخص ایسی چیز بنا سکتا ہے
بہرحال سامری نے بنو اسرائیل سے گائے پوجنے کو کہا اونھوں نے قبول کیا۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

پھر اسکے بعد تم نے توبہ کی اور میں نے توبہ قبول کرکے وہ عذاب تم سے اوٹھا لیا جسکے تم گائے پوجنے کی وجہ سے مستحق ہو چکے تھے۔ تاکہ تم میرا شکریہ ادا کرو یا تاکہ (میں دیکھوں کہ) میرا شکریہ ادا کرتے ہو یا نہیں۔
یہ آیت اس امر کو بتا رہی ہے کہ نعمت کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے اور یہ کہ توبہ کے بعد بھی گناہوں کو بخش دینا نعمت ہے [۱]

حدیثیں

(بطریق شیعہ) بسند صحیح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مراد پروردگار کی یہ ہے کہ اے بنو اسرائیل اوس دن کو یاد کرو جب کہ میں نے تمہارے لئے دریا کا پانی پھاڑ کر (اوس میں راہ بنادی) اور تم کو (اوسمیں ڈوبنے سے) بچالیا۔ اور فرعون اور اوسکی قوم کو ڈوبا دیا اور اونکو ڈوبتا ہوا تم دیکھ رہے تھے۔ اور یہ واقعہ یوں ہوا کہ جب موسٰے (اپنی قوم کے ساتھ) دریا کے پاس پہونچے تو خدا نے اون پر وحی کی کہ بنو اسرائیل سے کہو کہ میری وحدانیت اور محمدؐ (کی نبوت) اور اون کے بھائی علیؑ اور اونکی آل پاک کی امامت کی یاد اس وقت پھر تازہ کریں اور کہیں کہ پروردگارا انکی عزت اور منزلت کا واسطہ کہ ہم لوگوں کو اس پانی کے اوپر سے اوس پار پہونچادے پس (اگر وہ اس طرح کہیں گے تو) پانی اونکے لئے زمین بن جائیگا پس حضرت موسٰیؑ نے اون سے کہا تو اونھوں نے جواب دیا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں جسکو ہم لوگ پسند نہیں کرتے۔ موت کے ڈر سے ہم لوگ فرعونیوں کے پاس سے بھاگے۔

واقعہ غرق فرعون و نجات بنو اسرائیل

---

[۱] مجمع البیان جلد ا صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۷ ۔ ۱۲ منہ

اب آپ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ ان چند کلموں کو کہکر اس بے تہاہ پانی میں ڈوب مریں
ہم لوگ کیا جانتے ہیں کہ اس میں گھسنے کا انجام کیا ہوگا (زندہ پہنچیں گے یا ڈوب جائینگے)
کالب بن یوحنا گھوڑے پر سوار تھے دریا کا پاٹ چھ کوس چوڑا تھا اونھوں نے
حضرت موسٰے سے پوچھا کہ یا نبی اللہ کیا خدا نے آپ کو یہی حکم دیا ہے کہ ہم لوگ
ان کلموں کو کہکر پانی میں داخل ہو جائیں۔ فرمایا ہاں۔ عرض کیا کیا آپ حکم دیتے
ہیں کہ میں ایسا کروں۔ فرمایا ہاں۔ پس وہ (تھوڑی دیر) ٹھہرے اور وحدانیت
خدا اور نبوت حضرت سرور عالمؐ اور امامت علیؑ و اولاد طاہرین علیؑ کا اقرار و
اعتقاد تازہ کرکے کہا کہ اَللّٰھُمَّ بِجَاھِھِمْ جَوِّزْنِیْ عَلٰی مَتْنِ ھٰذَا الْمَاءِ پروردگار
تجھے اُن لوگوں کے قرب و منزلت کا واسطہ کہ مجھے اس پانی کے اوپر سے اوس پار
پہونچادے۔ اور پانی میں گھوڑا ڈال دیا اور پانی پر دوڑاتے ہوئے چلے پس
پانی ان کو گھوڑے کی ٹاپوں کے نیچے ویسا پایا جیسے نرم زمین پر چلتا ہو۔ یہانتک
کہ اوس پار پہونچگئے۔ پھر دوڑاتے ہوئے واپس آئے اور بنواسرائیل سے
کہا کہ تم لوگ خدا اور حضرت موسٰے کے حکم پر عمل کرو یہ دعا بہشت کے
دروازوں کی کنجیاں اور رزق کے اترنے کا سبب اور خدا کے بندوں اور
لونڈیوں کیطرف اوسکی خوشنودیوں کے کھینچنے کا ذریعہ ہے۔ پس اونھوں
نے انکار کیا اور کہا کہ ہم لوگ زمین ہی پر چلیں گے اوس وقت حضرت موسٰی
پر وحی ہوئی کہ پانی پر عصا مارو اور کہو پروردگارا محمدؐ اور اونکی آل پاک کی
عزت اور منزلت کا واسطہ اس پانی کو شگافتہ کردے۔ پس اونھوں نے ایسا
کیا اور پانی پھٹا اور زمین کھل گئی۔ حضرت موسٰے نے کہا چلو۔ اونھوں نے کہا
زمین گیلی ہے ڈرتے ہیں کہ کیچڑ سے بھر جائیں۔ وحی ہوئی کہ اے موسٰے کہو کہ
خداوندا بحق محمدؐ و آل محمدؐ زمین خشک کردے۔ اونھوں نے کہا اور خدا نے
ہوا کو مسلط کردیا اوس سے زمین خشک ہوگئی حضرت موسٰے نے فرمایا چلو۔ اونھوں
نے کہا اے نبی خدا ہم لوگ بارہ قبیلے بارہ باپ کی اولاد ہیں اگر سب کے
سب (ایک راہ پر) چلیں تو خوف ہے کہ ہر قبیلہ دوسرے سے آگے جانا چاہے
اور آپس میں فساد ہو جائے۔ اگر ہر قبیلہ کی راہ جدا جدا ہو تو اس کا خوف باقی نہ رہیگا۔

وحی ہوئی کہ بارہ جگہ بارہ مرتبہ عصا مارو اور کہو پروردگارا بعزت محمدؐ و آل پاک محمدؐ زمین کھول دے اور پانی ہٹا دے۔ پس کیا اور بارہ راہیں پیدا ہو گئیں اور حضرت موسیٰؑ نے فرمایا چلو ان (ضدی) اسرائیلیوں نے کہا کہ ہر قبیلہ جب جدا جدا راہ سے جائیگا تو کچھ خبر نہ ہوگی کہ کس پر کیا گذری۔ وحی ہوئی کہ محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر ہر دو راہوں کے درمیان کے پانی پر عصا مارو اور انہیں جوڑے جوڑے جھروکے بنانے کی دعا کرو جن سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کو دیکھ سکے انھوں نے ایسا کیا اور جھروکے پیدا ہو گئے۔ پس سب کے سب روانہ ہوئے جب دریا سے پار ہو چکے اوس وقت فرعون اور اوسکی قوم اون راہوں سے چلی جب سب کے سب دونوں کناروں کے اندر آگئے تو خدا نے پانی کو حکم دیا وہ سب پر چھا گیا اور وہ ڈوب گئے اور قوم موسیٰ اس واقعہ کو دیکھتی رہی (امام علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ) اس واقعہ کو بیان کر کے حضرت سرور عالمؐ کے زمانہ کے بنو اسرائیل پر خداوند عالم اس بات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ جب میں نے محمدؐ و آل محمدؐ کی عزت اور دعا موسیٰؑ کی برکت سے تمہارے بزرگوں پر ایسی مہربانیاں کیں تو کیا تم اس سے یہ نہیں سمجھتے کہ آج جو محمدؐ تمہارے سامنے موجود ہیں اون پر تم کو ایمان لانا چاہئے۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا سے اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ تک حضرت موسیٰؑ بنو اسرائیل سے فرمایا کرتے تھے کہ جب خداوند عالم تم سے مصیبتیں دفع کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالیگا اوس وقت میں پروردگار کے پاس سے تمہارے لئے کتاب لاؤں گا جس میں احکام ہونگے اور ممانعتیں اور نصیحت اور عبرت کی باتیں پس اونکو نجات دینے اور فرعون وغیرہ کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ پہاڑ کے دامن میں اپنا وعدہ پورا کریں اور تیس روزے رکھیں اور انھوں نے گمان کیا کہ ان روزوں کے بعد کتاب مل جائیگی اور تیس روزے رکھے ... اسکے بعد پھر حکم ہوا کہ دس دن اور رکھو۔ چنانچہ اونھوں نے دس دن اور رکھکر چالیس روزے پورے کئے اور کتاب مل گئی (اس درمیان میں) سامری آیا اور بنو اسرائیل کے کمزور عقیدہ والوں کو دھوکا دیا اور کہا کہ موسیٰؑ نے تم لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ چالیس راتوں کے بعد

آئیں گے۔ دیکھو بیس راتیں اور بیس دن مل کر چالیس پورے ہو گئے۔ موسیٰ
نے اپنے پروردگار کو جھوٹا بنایا دیکھو (بغیر کسی نبی کے ذریعہ کے) خدا خود ہی
تم لوگوں کو اپنی طرف بلا سکتا ہے۔ موسیٰؑ کو جو اوس نے بھیجا ہے تو اون کو
بھیجنے کا محتاج نہ تھا پھر اوس نے اپنی بنائی ہوئی گائے نکالی بنو اسرائیل
نے کہا کہ گائے کیسے خدا ہو سکتی ہے جواب دیا کہ جس طرح موسیٰؑ سے خدا نے
درخت کے ذریعہ سے باتیں کیں اوسی طرح اس گائے کے ذریعہ سے تم لوگوں سے
باتیں کرے گا۔ پس خدا جس طرح پہلے درخت میں تھا اب اس گائے میں آگیا
ہے۔ پس اس دھوکے کی وجہ سے بنو اسرائیلؑ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں
کو بھی گمراہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اوس گائے سے پوچھا کہ کیا بنو اسرائیل
کا خیال صحیح ہے کہ خدا تجھ میں ہے گائے نے جواب دیا کہ خدا کا مرتبہ اس سے
بہت بلند ہے کہ گائے یا درخت یا کوئی مکان اوس کو اپنے اندر لے سکے۔ اے
موسیٰؑ خدا کی قسم ایسی بات نہیں ہو سکتی (امام علیہ السلام ارشاد فرماتے
ہیں کہ) سامری نے گائے کا آخری دھڑ دیوار سے سٹا رکھا تھا اور دیوار کی طرف
زمین کھود کر اپنے مریدوں میں سے ایک شخص کو وہاں بٹھلا رکھا تھا۔ جب کچھ بات
بولنی ہوتی تھی تو وہ اوس گائے کے چوتڑ سے منہ ملا کر بولتا تھا (جس سے معلوم
ہوتا تھا کہ گائے ہی بول رہی ہے) گائے کہتی ہے کہ اے موسیٰؑ بنو اسرائیل
نے محمدؐ و آل محمدؐ صلی اللہ علیہم اجمعین پر درود بھیجنے میں سستی کی اور اونکی ریاست
و سرداری اور نبوت و امامت کو ماننے سے انکار کیا۔ اسی وجہ سے خدا نے اونسے
اپنی حفاظت اور حمایت اوٹھالی یہانتک کہ مجھے خدا ماننے اور میری عبادت کرنے
میں مبتلا ہو گئے (امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ) اس واقعہ

ع تفسیر منہج الصادقین میں لکھا ہے کہ چھ لاکھ میں سے پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار بنو اسرائیل گمراہ ہو گئے
صرف بارہ ہزار راہِ راست پر باقی رہے۔ حضرت ہارون ہزار سمجھاتے اور نصیحت و ملامت کرتے
رہے لیکن ایک نے نہ سُنا اور جواب دیا کہ لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى
(سورہ طٰہٰ پ ۱۶ - آیت ۹۳) یعنی جب تک حضرت موسیٰ واپس نہ آئیں ہم لوگ اسکی
پوجا نہ چھوڑیں گے ۱۲ منہ

کو ذکر کر کے خداوند عالم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ جب تمہارے بزرگ درود میں سستی کرنے سے حفاظت و حمایت خدا سے محروم ہو گئے یہاں تک کہ گاسے کو خدا کہنے لگے۔ تو تم لوگ اون کو اور اون کے معجزوں کو دیکھنے کے بعد اگر اون سے عداوت کرو گے تو خود ہی سمجھو کہ کس سزا اور عذاب کے مستحق ہو گے۔ اس لئے تم کو اس سے ڈرنا چاہیئے (لیکن آج حضرت سرور عالمؐ اور اونکے اہلبیتؑ کے سب سے زیادہ دشمن یہودی ہیں جو بنو اسرائیل کی نسل سے ہیں) ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ سے تَشْكُرُونَ تک یعنی تمہارے بزرگوں نے (گاسے پوجنے سے جب توبہ کی اور) محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر دعا کی۔ اور اون لوگوں کی سرداری کا اعتقاد کیا تو میں نے اونکے گناہ بخشدیئے تاکہ اس نعمت (بخشش گناہ) کا جو در حقیقت تمہارے بزرگوں پر اور تم پر دونوں پر ہے تم شکریہ ادا کرو۔

(بطریق اہلسنت) وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ ۔ انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ نے ارشاد فرمایا کہ بنو اسرائیل کے لئے خدا نے عاشورہ (دسویں محرم) کو دریا کو پھاڑا تھا ۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ جب مدینہ تشریف لاسے تو یہودیوں کو عاشورہؑ کے دن روزہ رکھتے دیکھا

ع۵ روز عاشوراء روزہ رکھنے کے متعلق صحیح بخاری میں کئی حدیثیں لکھی ہیں ایک کا مضمون یہ ہے کہ حضرت نے عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پس جب ماہ رمضان کا روزہ واجب ہوا تو عاشوراء کا روزہ کوئی رکھتا تھا کوئی نہیں۔ دوسری کا مضمون یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ کفار قریش اور حضرت رسولؐ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ آئے تو خود بھی روزہ رکھا اور دوسرونکو بھی حکم دیا پس جب ماہ رمضان کا روزہ واجب ہوا تو عاشوراء کا روزہ کوئی رکھتا تھا کوئی نہیں۔ تیسری کا مضمون یہ ہے کہ معاویہ نے اہل مدینہ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ سے سُنا ہے آپ نے فرمایا کہ روز عاشوراء کے روزہ کا حکم خدا نے نہیں دیا ہے۔ اور میں روزہ سے ہوں پس جو شخص چاہے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ چوتھی کا مضمون وہی ہے جو تفسیر میں ابن عباس سے نقل کیا گیا ہے۔ پانچویں کا مضمون یہ ہے کہ عاشوراء کے دن

اون سے پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے جس میں تم لوگ روزہ رکھتے ہو۔ عرض کیا کہ یہ اچھا دن
ہے خدا نے اس دن بنو اسرائیل کو اونکے دشمنوں سے بچایا تھا پس حضرت موسٰیؑ نے
(اوس کے شکریہ میں) اس دن روزہ رکھا تھا۔ پس حضرت سرور عالمؐ نے فرمایا کہ اس روز
روزہ رکھنے کا ہم لوگ حضرت موسٰیؑ سے زیادہ حق رکھتے ہیں پس روزہ رکھنے کا حکم دیا۔
۳ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ قسم خدا کی خدا نے بنو اسرائیل کے لئے دریا کو پھاڑ کر

(بقیہ حاشیہ ص۸۰) کو یہودی عید کا دن سمجھتے تھے پس حضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ اس دن روزہ رکھو
چھٹیں کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سرور عالمؐ روز عاشورا اور ماہ رمضان کی فضیلت کل دنوں پر بیان کرنے
میں بہت کوشش کیا کرتے تھے۔ ساتویں کا مضمون یہ ہے کہ حضرتؐ نے قبیلہ اسلم سے ایک شخص کو
عاشورا کے دن حکم دیا کہ پکار دو کہ جس نے کھا لیا ہو وہ باقی دن میں روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو
وہ پورے دن روزہ رکھے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ علاوہ اسکے کہ یہ کل حدیثیں معیوب اور غیر معتبر ہیں۔
کیونکہ پہلی کے راویوں میں سے ابوالیمان حکم بن نافع جھوٹے تھے اور تدلیس کیا کرتے تھے
(میزان الاعتدال جلد ۱ ص۲۷۳ ذکر حکم بن نافع ابوالیمان) اور دوسری کے راویوں میں سے
ہشام بن عروہ مخبوط الحواس تھے اور امام مالک انکی حدیثوں کو پسند نہیں کرتے تھے اور تیسری کے راویوں میں سے
محمد بن مسلم بن شہاب زہری تدلیس کیا کرتے اور خلفاء بنی امیہ کے خوشامدی اور کاسہ لیس تھے
(دیکھو دول الاسلام مصنفہ امام ذہبی جلد ۱ ص۶۳ و عقد الفرید جلد ۳ ص۱۱۲) اور غلط حدیثیں
بیان کیا کرتے تھے۔ (دیکھو شرح صحیح مسلم از امام نووی مطبوعہ نول کشور ص۲۱۴) اور اہلبیت علیہم الصلوٰۃ
والسلام کے دشمن تھے (دیکھو شرح ابن ابی الحدید جلد اجزء رابع ص۲۹) اور چوتھی کے راویوں
میں سے عبد الوارث قدریہ مذہب کے متعصب لوگوں سے تھے (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۱۶۰)
اور عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے فرمایا کہ قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں اگر
بیمار ہوں تو دیکھنے نہ جاؤ۔ اگر مر جائیں تو اون کے جنازہ میں شرکت نہ کرو (جامع صغیر جلد ۲ ص۸۸)
شروع میں مجوسی ہیں اور آخر میں بے دین (کنوز الحقائق امام مناوی) اور پانچویں کے راویوں
میں سے ایک تو ابو اسامہ حماد ہیں جو تدلیس کرتے اور حدیثیں چرایا کرتے تھے (میزان الاعتدال
جلد ۱ ص۲۷۶) اور دوسرے محمد بن مسلم شہاب زہری ہیں جن کا حال ابھی معلوم ہو چکا۔ اور
تیسرے ابو موسٰی اشعری ہیں جو اہلبیتؑ کے دشمن تھے (دیکھو استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۴ ص۱۷۵-۱۷۶

خشک راہ بنادی جس پر وہ چلے۔ پس اونکو (ہلاکت سے) بچایا اور اونکے دشمنوں کو ڈبو دیا۔ اور یہ خدا کی نعمتیں ہیں جن کو یاد دلا رہا ہے تاکہ وہ ان کا شکریہ ادا کریں اور خدا کے حقوق پہچانیں عہ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ہرقل (بادشاہ روم) نے معاویہ (امیر شام) کو خط لکھا اور (اپنوں سے) کہا کہ اگر ان (مسلمانوں) میں (آثارِ) نبوت سے کچھ باقی رہ گیا ہوگا تو معاویہ میرے سوالوں کا جواب دیگا۔ اور اوس خط میں لکھا کہ بتاؤ کہ مجرہ۔ اور قوس عہ (قزح) کیا چیزیں ہیں۔ اور وہ

(بقیہ حاشیہ ص۸۱) شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص۱۵۴) اور چھٹیں کے راویوں میں سے سفیان بن عینیہ ہیں جو حدیثوں کے بیان میں غلطیاں اور تدلیس کیا کرتے تھے (میزان اعتدال جلد ۱ ص۳۹۷ ذکر سفیان مذکور) علاوہ غیر معتبر ہونے کے چوتھی حدیث کوئی حدیثیں جھٹلا رہی ہیں منجملہ اون کے دوسری حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرتؐ عاشوراء کے دن مکہ ہی میں روزہ رکھتے تھے۔ اور چوتھی حدیث میں ہے کہ مدینہ آنے کے بعد یہودیوں سے پوچھنے کے بعد روزہ رکھا۔ اور تیسری حدیث جس میں معاویہ نے بیان کیا ہے کہ اس دن روزہ رکھنے کا حکم خدا نے نہیں دیا ہے۔ اور حضرتؐ کے حق میں خداوند عالم آیت ماینطق میں فرماتا ہے کہ بغیر حکم خدا کے کوئی (مذہبی) بات نہیں بولتے۔ اس لئے بغیر حکم خدا کے روزہ رکھنے کا حکم حضرتؐ نہیں دیسکتے تھے۔ درحقیقت روزہ والی حدیثیں بنو امیہ کی خوشامد میں بنائی گئی ہیں کیونکہ وہ عاشوراء کے دن قتل فرزند رسولؐ کے شکریہ میں روزہ رکھتے تھے۔ اور توریت یسعیاہ باب ۵۳ آیت ۱ تا ۱۲ میں حضرت سید الشہداء کی شہادت کا ذکر (دیکھو کتاب عجیب فی اخبار السید الذبیح الغریب) اور کتاب احبار باب ۲۳ آیت ۲۶ تا ۳۲ میں ساتویں مہینہ یعنی ماہ محرم کی نویں شام سے دسویں شام تک غم کرنے کا تاکیدی حکم بتاتا ہے کہ روز عاشوراء کو حضرت موسےؑ عید یعنی یوم سرور نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس کو واقعۂ کربلا کے بعد بنی امیہ نے جو رسولؐ اور خاندان رسولؐ کے دشمن ہیں عید قرار دی ہے۔ اور اونکے ساتھ ساتھ دوسرے دشمنانِ اہلبیتؑ نے۔ توریت کتاب احبار باب ۲۳ آیت ۲۳ میں ہے کہ "پھر خداوند نے موسےؑ کو خطاب کرکے کہا کہ بنی اسرائیل کو کہہ کہ ساتویں مہینے (محرم) کے پہلے دن تمہارے لئے عید اور یادگاری کے لئے اور قربانیوں کے پھونکنے کا وقت اور جماعۃ مقدس ہوگی۔" اور عید کا معنی لغت میں ایک تو خدا کی حمد و ثنا کے لئے اکٹھا جمع ہونے کا زمانہ ہے۔

عہ و عہ کا حاشیہ ص۸۳ پر ملاحظہ ہو۔

زمین کون سی ہے جس پر صرف ایک ہی گھنٹہ آفتاب پڑا۔ معاویہ نے خط دیکھکر کہا کہ یہ وہ سوالات ہیں کہ کبھی میرے ذہن میں خطور نہ کیا کہ مجھ سے پوچھے جائیں گے۔ پس اوس کو (حضرت علی علیہ السلام کے شاگرد اور ہاشمی دریاؤں کی ایک نہر یعنی) عبد اللہ بن عباس کے پاس

(بقیہ حاشیہ صد ۸۲) اور دوسرے خوشی کا دن (مجمع البحرین) اور اس آیت میں یادگاری خدا کو عطف تفسیر کے ساتھ ذکر کرنا صاف بتا رہا ہے کہ لفظ عید سے خوشی کا دن مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا پہلا معنی مقصود ہے۔ اور ماہ محرم کو ساتواں مہینہ اس وجہ سے کہا ہے کہ سال کے بزرگ اور محترم مہینوں میں سب سے زیادہ بزرگ اور افضل اور خاص خدا کا مہینہ ماہ رجب ہے (ملاحظہ ہو مجلسی علیہ الرحمہ کی زاد المعاد میں اس مہینہ کی فضیلتوں کا بیان) اسی وجہ سے اعمال کی کتابوں جیسے زاد المعاد وغیرہ میں سب سے پہلے اسی مہینہ کے اعمال ذکر کئے گئے ہیں۔ اور زمانہ جاہلیت میں یعنی حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ کی بعثت سے پہلے بھی یہ مہینہ بہت بزرگ اور محترم سمجھا جاتا تھا اور اوس زمانہ کے لوگ اس مہینہ میں جنگ کو حرام جانتے تھے (مجمع البحرین ونہایہ امام ابن اثیر واقرب الموارد مصنفہ عیسائی)۔ اسی وجہ سے اس کو سال کے محترم مہینوں کا پہلا مہینہ قرار دیکر محرم کا مہینہ توریت میں ساتویں مہینے سے تعبیر کیا گیا اور اوسکی پہلی تاریخ سے دسویں شام تک کل کام چھوڑ کر یاد خدا اور غم منانیکا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اور اس کے خلاف کرنے پر قوم سے نکال دیئے جانے اور فنا کر دیئے جانے کی دھمکی دی گئی ہے۔ (توریت کتاب احبار باب ۲۳ آیت ۲۳ تا ۳۲ ضرور ملاحظہ کریں) اس مضمون کو لکھنے کے بعد دوسرے دن میں نے جناب فخر الحکماء علیہ الرحمہ کی کتاب تحقیق صوم عاشورا دیکھی۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں مفصل اور بہت اچھی کتاب ہے دفتر اصلاح کھجوا ضلع سارن سے منگا کر ضرور پڑھ لیں چار آنہ کو ملیگی اور محصول اس میں عاشورا کے روزہ کے علاوہ تعزیہ داری کو بھی حدیثوں سے ثابت کیا ہے ۱۲ منہ

(صلہ کا حاشیہ) مجرہ! کہکشاں کو کہتے ہیں۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے بہت سے ستارے ہیں جو نزدیک نزدیک ہونے کی وجہ سے جدا جدا پہچانے نہیں جاتے اور اُن کے اکٹھا ہونیکی وجہ سے پورب سے اُتر کی طرف کھچی ہوئی ایک دھجی معلوم ہوتی ہے ۱۲ منہ

عـ۵ قوس قزح! اوس گول ہالہ کو کہتے ہیں جو صبح و شام کو کبھی پورب کبھی پچھم سرخ۔ سبز۔ نیلے رنگ کا دیکھائی دیتا ہے ۱۲ منہ

بھیجدیا۔ اونھوں نے جواب میں لکھا کہ قوس قزح! امان ہے اہل زمین کے لئے ڈوبنے سے۔ اور مجرہ! آسمان کا دروازہ ہے جو کھولا گیا ہے۔ اور وہ زمین جس پر آفتاب صرف ایک ہی گھنٹہ پڑا تھا! وہ دریا ہے جو بنو اسرائیل کے لئے کھولا گیا تھا۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ وہ چالیس شبیں! ایک مہینہ ذیقعدہ کا اور دس راتیں ذیحجہ کی تھیں۔ اور ان سے وہ شبیں مقصود ہیں جن میں حضرت موسےٰ بنو اسرائیل کو (مصر میں) چھوڑ کر اور حضرت ہارون کو اون پر اپنا خلیفہ (جانشین) بناکر کوہ طور پر چلے گئے اور وہاں چالیس شب رہے۔ اور اون پر تختیوں میں توریت اوتارا گیا اور خدا نے اون سے باتیں کرنے کی عزت بخشی اور قلم کی آواز اونھوں نے سنی۔ اور ان چالیس شبوں میں اونھوں نے کوئی نیا کام نہ کیا یہاں تک کہ طور سے اونتر آئے۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ جس گاے کا بنو اسرائیل نے پوجا کیا اوس کا نام یہبوب تھا۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ گاے پوجنے کے بعد خدا نے اون کے گناہ بخشدیئے[1]

چند فائدے

(پہلا فائدہ) معانی۔ بیان۔ بدیع۔ (معانی) (۱) فرقنا اور اغرقنا وغیرہ میں فَرَقْنَا اور اَغْرَقْنَا کی جگہ پر جنمیں "تُ" ضمیر واحد متکلم کی ہے! "نا" ضمیر جمع متکلم کی! تعظیم یعنی اپنی عظمت اور بزرگی ظاہر کرنے کی غرض سے ذکر فرمایا ہے (۲) بِكُمْ میں "ب" "ل" کے معنی میں ہے جو انتفاع یعنی فائدہ اوٹھانے کے معنی میں آتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ تمہارے فائدے کے لئے میں نے دریا شگافتہ کیا (۳) اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ میں انتم کو جو فاعل ہے۔ فعل یعنی تنظرون سے پہلے اس واسطے ذکر کیا ہے تاکہ تخصیص اور رسوخ کا فائدہ دے۔ اور مقصود یہ ہے کہ فرعون اور اوسکی قوم کو ڈوبتے ہوئے تم نے خود ہی دیکھا جس میں شبہ اور اوس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے تم کو اس میری عظیم نعمت کی تم کو قدر کرنی چاہیئے۔ اور اسی طرح اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ میں فاعل کو فعل سے پہلے ذکر کرنا بھی تخصیص اور قطع عذر

---

[1] تفسیر در منثور علامہ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۶۹ کل نمبر ۱۲ منہ

کے لیئے ہے اور مقصود یہ ہے کہ گائے پوجکر تمہیں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ پس اگر میں تم پر عذاب کرتا تو بے موقع نہ ہوتا اور تم کوئی عذر نہیں کر سکتے تھے۔ باوجود اس کے جو میں نے بخشدیا تو یہ میرا تم پر بہت بڑا احسان ہے جس کا تم کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے

۴ إِذْ وَاعَدْنَا جملہ ظرفیہ ہے اور جملہ ظرفیہ اختصار یعنی چھوٹے کلام سے بڑا مطلب ادا کرنے کے لیئے لایا جاتا ہے۔ کیونکہ إِذْ جو اسم ظرف ہے جملۂ فعلیہ ظرفیہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے یہاں پر اُذْكُرُوا حِينَئِذٍ کا قائم مقام ہے اور معنی اوس کا یہ ہے کہ اوس وقت کو یاد کرو جب کہ میں نے وعدہ کیا تھا۔ اور مختصر کلام سے زیادہ مطلب ادا کرنا کلام کی خوبیوں سے ہے۔ ۵ وَاعَدْنَا کو باب مفاعلت سے لانا وعدہ میں شرکت ظاہر کرنے کی غرض سے ہے۔ وہ یہ کہ حضرت موسےٰؑ سے چالیس راتیں روزہ رکھنے کا وعدہ لیا تھا۔ اور خود اونکو توریت دینے کا اس لیئے جن لوگوں نے اس کو وَعَدْنَا باب ضَرَبَ۔ يَضْرِبُ سے پڑھا ہے اونکی قرائت (پڑھنا) درست نہیں ہے

۶ لَعَلَّكُمْ میں لَعَلَّ شک کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ خداوند عالم الغیب کے لیئے شک محال ہے۔ بلکہ تعلیل کے لیئے ہے اور مقصود یہ ہے کہ تمہارے گناہ اس غرض سے بخشدیئے تاکہ دیکھوں کہ تم میرا شکریہ ادا کرتے یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کی نبوت اور امامت کو مانتے اور اونکی اتباع اور پیروی کرتے ہو یا نہیں۔

بیان ۱ بِكُمُ الْبَحْرَ میں لفظ بحر سے بعلاقۂ ظرفیت اور مظروفیت کی بناپر مجازاً پانی مراد لیا گیا ہے۔ کیونکہ لفظ بحر کا اصلی معنی وہ گہری زمین ہے جس میں پانی جاری ہوتا ہے۔ ۲ آلَ فِرْعَوْنَ سے بطور عموم مجاز کے قوم فرعون اور خود فرعون دونوں مراد لیئے گئے ہیں۔ اور بعوض اس کے کہ صرف لفظ فرعون فرما کر بطور عموم مجاز کے دونوں کا ارادہ کرتا آل فرعون تغلیباً فرمایا ہے یعنی چونکہ قوم کی تعداد زیادہ تھی اور فرعون اکیلا تھا اس لیئے اونکو غلبہ دیکر فرعون کو اونہیں میں داخل کر لیا ہے۔

۳ أَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ اور أَنْتُمْ ظَالِمُونَ زمانۂ حضرت موسےٰؑ کے اسرائیلیوں کو اونکی اولاد یعنی زمانۂ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ و آلہ کے اسرائیلیوں کا عین (بعینہ وہی) فرض کرکے أَنْتُمْ (تمہارے باپ کی جگہ پر انتم (تم) مجازاً فرمایا ہے۔ کیونکہ خود انکو اپنے احسانات جتلانا اور اپنے احکام کی تعمیل پر آمادہ کرنا

مقصود ہے۔ اور ایسا محاورہ آج بھی جاری ہے۔ اگر ایک قوم دوسری قوم پر اپنے احسانات جتلانا چاہتی ہے تو اپنے بزرگوں کے احسانات کو جو اونکے بزرگوں پہ کئے تھے ذکر کرتی ہے۔ اور اسی طرح اِتَّخَذُوْا (اون لوگوں نے گاے پوجی) کی جگہ پر اِتَّخَذْتُمْ (تم نے گاے پوجی) اور عَفَوْنَا عَنْهُمْ (اون کے گناہ بخشدیئے) کی جگہ پر عَفَوْنَا عَنْكُمْ (تمہارے گناہ بخشدیئے) اور لَعَلَّهُمْ (تاکہ وہ شکریہ ادا کریں) کی جگہ پر لَعَلَّكُمْ (تاکہ تم شکریہ ادا کرو) ۲ اِتَّخَذْتُمْ میں تضمین ہے یعنی اس سے عَبَدْتُمْ کا معنی یعنی عبادت مراد لی گئی ہے۔ اور عَبَدْتُمْ کی جگہ پر اِتَّخَذْتُمْ (لے لیا۔ اپنا بنالیا) اس واسطے فرمایا ہے کہ اِتِّخَاذٌ (لے لینا۔ اپنا بنانا) خوشی سے اختیار کرنے کو بتاتا ہے۔ اور عبادت ! کبھی تقیہ کی حالت میں جان بچانیکی غرض سے جبراً بھی کی جاتی ہے جیساکہ حضرت عمار بن یاسر علیہ الرحمہ کے حق میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ (سورہ نحل پ۱۴ آیت ۱۰۸) یعنی اوس شخص کا فعل بُرا نہیں ہے جو مجبور کیا جائے حالانکہ دل اوس کا ایمان پر مطمئن ہو پس قبیح اور بُرا وہ کفر ہے جو خوشی سے ہو نہ وہ جو جبر سے ہو۔ اور بنو اسرائیل نے چونکہ خوشی سے اختیار کیا تھا۔ اس واسطے لفظ اِتِّخَاذ ! خوشی سے اختیار کرنے کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

(بدیع) اِذْ فَرَقْنَا سے اٰلَ فِرْعَوْنَ تک میں مراعاۃ النظیر ہے یعنی کئی چیزوں کو ایک جگہ ذکر کرنا جو آپس میں مناسبت رکھتی ہوں جیسے دریا اور اوس سے نجات دینی۔ اور اوسمیں ڈبادینا۔ اور جمع مع التقسیم ہے یعنی ایک حکم میں کئی

عہ چند ہی دن ہوئے کہ ہندو مسلم کانفرنس میں ایک سکھ پروفیسر نے لکھنؤ میں بیان کیا کہ اسلامی سلطنت دہلی کے زمانہ میں جب کہ میری قوم اسلام لانے پر مجبور کی جارہی تھی اور بچے تک بے رحمی سے ذبح کئے جا رہے تھے میرے گرو کو ایک شیعہ لے کر بھاگ گیا اور اوسکی جان بچالی۔ اس لئے ہم سکھ قوم ! فرقہ شیعہ کا احسان کبھی بھی نہیں بھول سکتی۔ مجھے اس بیان کی صحت اور غلطی کی تحقیق مقصود نہیں ہے بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ ایسا محاورہ ہر زبان میں اب تک جاری ہے ۱۲ منہ

شخصوں کو جمع کر کے پھر جدا کرنا جیسے دریا پھاڑنے کی غرض میں قوم فرعون اور بنواسرائیل دونوں شریک تھے لیکن انجام میں دونوں جدا کر دیئے گئے ایک کے لئے پار ہو جانا اور دوسرے کے لئے ڈوبنا ۲ ان کل آیتوں میں افتنان ہے یعنی کئی قسم کی چیزوں کو ایک کلام میں ذکر کرنا جیسے نجات کا ذکر امتنان کے لئے اور گائے پرستی اور ظلم مذمت کے لئے اور بخشش امتنان کے لئے اور طلب شکریہ ترغیب کے لئے۔

(دوسرا فائدہ) لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ (سورہ فاطر پ۲۲۔ آیۃ ۲۷)۔ شکر کا حقیقی اصلی معنی منعم کی نعمتوں کو زبان سے ذکر کرنا۔ اور باقی اعضاء سے ظاہر کرنا۔ جیسے کھانے کی چیزوں کو کھانا۔ پہننے کی چیزوں کو پہننا وغیرہ۔ اور دل سے اوس کے احسان کو ماننا۔ اور اوسکی اطاعت یعنی اوس کے حکموں کو بجالانا۔ اور اوس کے آگے عاجزی اور فروتنی سے سر جھکائے رہنا ہے۔ اور بخیلوں اور لئیموں کی طرح نہ چھپانا۔ اور سرکشوں کی طرح نہ اکڑنا۔ اور احسان کو نہ بھولنا۔ اور دنیا میں لوگ دو طرح کے ہیں ۱ وہ جو شکر گذاری کرتے ہیں لیکن اپنی قدرت اور امکان سے کم اور ۲ وہ جو بقدر اپنی قدرت اور امکان کے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے حق میں ارشاد فرماتا ہے قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سورہ سبا۔ پ۲۲۔ آیت ۱۲) یعنی میرے بندوں میں بہت زیادہ شکر گذاری کرنے والے تھوڑے عہ ہیں۔ پس پہلی قسم کے لوگوں کے لئے ارشاد فرمایا ہے مَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (سورہ بقرہ پ۲۔ آیت ۱۵۳) اسمیں خیرًا کو نکرہ یعنی غیر معین اس واسطے رکھا ہے کہ قلت کو ظاہر کرے اور شاکر کو صیغہ اسم فاعل غیر مبالغہ کا ہے پس اس بنا پر اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جو لوگ تھوڑا شکریہ ادا کرتے ہیں اور بقدر اپنی قدرت کے اوسمیں کوشش نہیں کرتے اونکو اونکے شکریہ یعنی فرمانبرداری کا بدلا اوسی قدر دیا جائیگا جس قدر اون کا عمل خیر چاہتا ہے۔ اور دوسری قسم کے لوگوں کے لئے لِيُوَفِّيَهُمْ

عہ یہ لوگ خدا کے خاص بندے ہیں۔ جیسے انبیاء۔ اونکے اوصیاء۔ اولیاء۔ شہداء۔ اور وہ علماء جو صحیح معنوں میں علماء ہیں اور وہ لوگ اسمیں داخل نہیں ہوسکتے جو نماز کی حالت میں فوج کی صف بندی اور خراج (مالگذاری) بحرین کا حساب کیا کرتے تھے ۱۲

ممن عظم الشاکر

اُجُوْرَهُمْ (تا آخر) فرمایا ہے۔ جس میں غفور۔ اور شکور دونوں صیغے مبالغے کے لائے گئے ہیں۔ اور معنی اس کا یہ ہے کہ بقدر اپنی طاقت کے پوری توجہ اور کوشش سے شکر گذاری کرنے والوں کو اون کے اعمال خیر کا کامل بدلا دینے کے بعد ! خداوند عالم اپنی بخشش سے اوس پر اور بھی ثواب بڑھا دیگا۔ کیونکہ وہ بہت بڑا بخشنے والا اور بہت زیادہ ثواب دینے والا ہے اور یہ امر عقلی اور دستور دنیا کے مطابق ہے کہ اگر ایک ہی کام کو دو مزدور انجام دیتے ہیں لیکن ایک ! اپنے کو صرف مزدور کی حیثیت میں رکھکر انجام دیتا ہے تو وہ صرف مزدوری کا حقدار ہوتا ہے۔ اور دوسرا جو اپنے کو مزدور سمجھکر کام نہیں کرتا بلکہ اوس کو انجام دینے میں پوری توجہ اور کوشش صرف کرتا اور کامل محبت اور ہمدردی سے انجام دیتا ہے۔ وہ علاوہ مزدوری کے انعام اور بخشش کا بھی مستحق سمجھا جاتا ہے۔ پس اگر کام لینے والا پہلے مزدور کو بھی ! مزدوری سے زائد کچھ دیدے تو یہ دینا بدون استحقاق تفضل اور بخشش ! صرف احسان ہی احسان ہوگا۔ لیکن دوسرے مزدور کا مزدوری سے زیادہ پانا بھی استحقاق ہی کی بنا پر ہوگا۔ اور یہ استحقاق اوسکی توجہ اور کوشش اور محبت سے پیدا ہوا ہے۔ **خلاصہ** یہ کہ یہ زیادتی بھی بخشش ہی ہے لیکن دوسرا مزدور اس کا مستحق ہے ! بخلاف پہلے مزدور کے کیونکہ وہ اس زیادتی کا مستحق نہیں ہے۔ **مقصود** یہ ہے کہ اکثر آیتوں[عہ] اور حدیثوں سے جو ظاہر ہو رہا ہے کہ خداوند منعم حقیقی نے جو عام مومنوں کو اون کے اعمال خیر سے زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے ! وہ بغیر استحقاق کے صرف اوس کا احسان ہے۔ اور اولیا پر تفضل اور بخشش کا جو وعدہ کیا ہے ! وہ باستحقاق ہے۔ بہر حال چونکہ شکر کا حقیقی معنی نعمت کی شان کے مناسب ہے ! اور خداوند منعم حقیقی کی شان والا شان کے لئے نامناسب اور غلط ہے۔ اس لئے اوس مقدس ! اور غنی مطلق ذات کے لئے لفظ شاکر اور شکور سے اوس کا مجازی معنی یعنی عمل خیر کے بدلے میں ثواب دینا مقصود ہے۔

عہ جیسے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (سورہ انعام پ۸ آیت ۱۶۱) یعنی جو شخص ایک کام اچھا کریگا اوسکو اوس کا دس گونا ثواب ملیگا اور جو شخص ایک کام برا کریگا اوسکو بدلے میں ایک ہی سزا دیجائیگی اور اون لوگوں پر نہ تو ثواب کم کرکے ظلم کیا جائیگا اور نہ سزا بڑھا کر ۱۲ منہ

(تیسرا فائدہ) لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (سورہ بقرہ پ۳ آیت ۲۸۶) یعنی ہر شخص اپنے اچھے اور بُرے عمل کا فائدہ اور نقصان خود ہی اوٹھاتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان اگر اچھا کام کرتا ہے جس سے اوسکی ذات کو فائدہ پہونچے تو وہ اپنے اوپر احسان کرتا ہے۔ اور جو شخص بُرا کام کرتا ہے جس سے اوسکو نقصان پہونچے تو وہ اپنی ذات کے ساتھ بُرائی کرتا ہے۔ لیکن اس احسان کی وجہ سے وہ اپنی ذات سے شکریہ کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ شکریہ نعمت کے مقابل میں ہوتا ہے اور انسان خود اپنا منعم نہیں ہے۔ اور نعمت دینے والے اور نعمت پانے والے میں مغایرت ضروری ہے [1]

(چوتھا فائدہ) جس طرح مومن اپنی (ایمانی) بزرگی اور جلالت قدر کی وجہ سے تعظیمی شکریہ کا مستحق ہوتا ہے اوس طرح کافر مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ کافر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بزرگی اور عزت نہیں رکھتا بلکہ واجب ہے کہ اوسکی نعمتوں کا بدلا کر دیا جائے تاکہ اوسکے احسان کا بوجھ باقی نہ رہے۔ جس طرح ذمہ پاک ہونے کے لئے اوسکے قرضہ کو ادا کر دینا واجب ہے [2]

(پانچواں فائدہ) اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورہ ابراہیم پ۱۳ آیت ۳۷) یعنی اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکتے۔ اور لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (سورہ ابراہیم پ۱۳ آیت ۷) یعنی اگر میری نعمتوں کا شکریہ ادا کروگے تو میں البتہ نعمتیں بڑھادونگا۔

خلاصہ یہ کہ ایک تو خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ دوسرے وہ وعدہ کر رہا ہے کہ شکر کرنے پر نعمتیں بڑھائیگا۔ تیسرے شکریہ ادا کرنے پر قدرت اور قابلیت یعنی اوس کو انجام دے سکنے کے قابل ہونا بھی اوسکی نعمت ہی ہے۔ اسلئے اوس کا شکریہ ادا کرنے میں ہزار کوشش کی جائے! شکریہ اوسکی نعمتوں سے کم ہی رہیگا۔ اور چونکہ ۱ منعم اور محسن کا شکریہ عقلاً اور عرفاً بلکہ فطرۃً بھی واجب ہے جیساکہ دوسرے مقدمہ میں تفصیل سے لکھ آیا ہوں اور ۲ ہر منعم اور محسن اوسی قدر شکریہ کا حقدار ہوتا ہے جس قدر اوسکی نعمتیں ہیں۔ اور ۳ معلوم ہو چکا کہ خداوند منعم حقیقی کی نعمتیں بے انتہا

[1] مجمع البیان جلد ۱ ص۱۲۷ ۔ باضافہ آیت ۱۲ منہ [2] مجمع البیان جلد ۱ ص۱۲۷ ۔ ۱۲ منہ

ہیں اور ہمارا یہ بھی معلوم ہے کہ بے انتہا شکریہ ! اولادِ آدم کی قدرت اور طاقت سے باہر ہے **اسلئے** عقل حکم کر رہی ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے اوس کا شکریہ ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ اپنی کل حرکت اور سکون کو اوسکی مرضی کے مطابق واقع کرنا ممکن اور قدرت کے اندر ہے۔ **اسلئے** عقل حکم کر رہی ہے کہ یا تو کوئی کام اوسکی مرضی کے خلاف نہ کرو۔ یا اپنے کو انسان بلکہ حیوان بلکہ گھاس پات بلکہ ڈھیلا پتھر بھی نہ کہو بلکہ شیطان بھی نہ کہو کیونکہ نافرمانوں پر اوس نے بھی لعنت کی ہے۔ پس شیطان سے بد تر کہو لہ

(چھٹاں فائدہ) امام اہلسنت فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ حضرت موسٰی کی امت نے اون کے روشن معجزوں کو دیکھنے کے بعد بھی کئی امروں میں اونکی مخالفت کی۔ اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ کا معجزہ باوجودیکہ صرف قرآن تھا جس کا معجزہ ہونا بغیر باریک دلیلوں کے سمجھ میں نہیں آسکتا ! آپکی امت نے کسی بات میں آپکی مخالفت نہ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدی حضرت موسٰی کی امت سے افضل ہے ۲؎ میں عرض کرتا ہوں کہ تفسیر انوار القرآن جلد اول صفحہ ۴۸ سے صفحہ ۵۶ تک اور تفسیر مذکور جلد ۲ صفحہ ۶ سے صفحہ ۸ تک کا حاشیہ دیکھنے کے بعد کوئی منصف مزاج اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ امت مرحومہ محمدی میں سے وہی لوگ افضل امم ہیں جو ثقلین یعنی کتاب خدا اور ائمہ اہلبیت رسول کے پیرو ہیں۔ اور انکے سوا باقی کل فرقے امت موسوی سے بدتر ہیں کیونکہ امت موسوی نے حضرت موسٰی کے حکموں کی تھوڑی مخالفت کی لیکن اپنے نبی یا نبی زادوں کے ساتھ کوئی برائی نہ کی۔ اور امت محمدی نے خدا اور رسول اور ائمہ برحق کے حکموں کی مخالفت کے علاوہ اپنے نبی اور نبی زادوں کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جسکو خود اونھیں نے کسی کافر کے ساتھ بھی روا نہ رکھا۔ **تعجب کی بات** تو یہ ہے کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ و آلہ کے فرضی اور خیالی موے (مبارک) کی پوجا کی جاتی ہے اور دور دور سے ہزاروں روپیہ خرچ کرکے اوسکی زیارت کے لئے سفر کی تکلیفیں برداشت کی جاتی ہیں ! لیکن وصی رسول حضرت علی علیہ السلام اور اونکے پارۂ جگر حضرت امام حسن مسموم اور حضرت امام حسین شہید و

امت محمدی کا کون فرقہ افضل الامم ہیں

لہ ملاحظہ ہو دوسرا مقدمہ صفحہ ۲ سے ۴۳ تک ۱۲ منہ ۲؎ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۲۲ بیان نعمت ثالثہ سطر ۲۷ - ۱۲ منہ

مظلوم پر اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے ہوئے بھی ایک سلام کرنا بھی پسند نہیں کیا جاتا! بلکہ اون کے قاتلوں سے محبت کیجاتی اور اونکے قتل پر خوشیاں منائی جاتی ہیں اور روزِ قتل یعنی یوم عاشورا عید وسعید سمجھا جاتا اور شکریہ کے روزے رکھے جاتے ہیں۔ گویا کہ امت محمدی کی ایسی فردیں! روزِ قیامت اور خدا کے انصاف اور قہر وغضب کا اعتقاد نہیں رکھتیں۔

(ساتواں فائدہ) امام اہلسنت فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ امت موسوی نے حضرت موسٰی سے کہا کہ ہمارے لئے بھی ایک خدا (بت) بنا دیجئے [۱] میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت موسٰی نے! تو نہ بنانا تھا نہ بنایا۔ لیکن سامری نے گائے بنا کر اونکی امت کو دھوکہ دیا اور پوجوایا! مگر ایک ہی بت (گائے) لیکن امت محمدی کے سامری نے کثیر تعداد سے کئی بت پوجوا دیئے۔

ع (اہلسنت) حضرت سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر نے جو پہلا خطبہ پڑھا اوسمیں بیان کیا کہ جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا وہ سمجھے کہ محمدؐ مرگئے اور جو شخص خدا کو پوجتا تھا وہ سمجھے کہ خدا زندہ ہے (صحیح بخاری باب مرض و وفات نبی جلد ۳ چھاپہ مصر ص ۶۴ آخر و جلد ۵ چھاپہ بمبئی ص ۲ سطر ۵ وکنز العمال جلد ۴ شمائل بیان وفات رسولؐ بروایت عائشہ ص ۵ و روضۃ الاحباب جلد ۱ ص ۳۹۶ ومعارج النبوۃ ص ۲۳۹ حال وفات رسولؐ رکن ۴ باب ۲ فصل ۴) یہ معلوم ہے کہ پرستش کے قابل سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان! حضرتؐ کو رسول اور پیشوا سمجھتے تھے! معبود نہیں جانتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ غیر خدا کو پوجنا کفر! اور پوجوانا کافر بنانا اور گمراہ کرنا ہے۔ اس موقع پر بہت مناسب ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی چند باتوں کا جواب دیکر بندگانِ خدا کے دلوں سے خلش نکال دیتے [۱] کیا صحابۂ رسولؐ گمراہ اور کافر اور حضرت رسولؐ اونکے خدا تھے [۲] امت موسوی سے سامری نے گائے پوجوائی! حضرت رسولؐ کی پوجا کس نے کرائی! کیا اپنی امت کے لئے معاذ اللہ سامری خود حضرتؐ ہی بنے [۳] اگر یہ باتیں غلط ہیں تو ایسا خیال رکھنے والے اور ایسی باتیں بولنے والے کو مسلمان کیا سمجھیں؟ امید ہے کہ جواب دینے والے حضرات مسلمانوں کی بہبودی کا لحاظ رکھتے ہوئے انصاف اور ٹھنڈے دل سے جواب دینگے ۱۲ منہ

ع امام اہلسنت راغب اصفہانی! اپنی مفردات لغت صنم میں لکھتے ہیں کہ جو چیز خدا سے پھیر دے اوس کو بت کہتے ہیں ۱۲ منہ [۱] تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۳۴۲ بیان نعمت ثالثہ سطر ۲۷ - ۱۲ منہ

اور حضرت سرورِ عالم کی پیشین گوئی نظروں کے سامنے مجسم بن کر آ گئی کہ "تم لوگ ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک بالشت ناپ کر یہود و نصاریٰ کی پیروی کروگے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسیں تو تم بھی گھس جاؤگے" لہ

(آٹھواں فائدہ) رازی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ دریا پھٹکر راہ بننے کو دیکھکر ضرور تھا کہ فرعون خدا کو پہچانتا اور کفر پر باقی نہ رہتا۔ پھر باوجود اسکے کیا وجہ تھی کہ اوس نے ہلاکت اختیار کی۔ تو میں جواب دوں گا کہ کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ پس اوس کو اپنی ریاست اور حکومت و بادشاہت کی محبت نے اوس کو ہلاکت میں ڈالا ٢ہ میں عرض کرتا ہوں کہ صحابہؓ کرام کے حق میں بھی اجلۂ علماء اہلسنت نے جو کچھ لکھا ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ ان لوگوں کی بدسلوکیوں کا سبب علاوہ محبت ریاست و حکومتِ ناجائز کے حسد و عناد و فسق و ظلم بھی تھا چنانچہ امام اہلسنت غزالی صاحب لکھتے ہیں کہ ریاست اور خلافت کی محبت میں خواہش نفسانی ان پر غالب آگئی بھی اور جھنڈوں کے پھریروں کی لہروں اور فوج کثیر کی افسری اور شہروں کے فتح کرنے کی ہوس نے ان کو مدہوش کر رکھا تھا۔ پس اپنی اگلی مخالفتوںؐ کی طرف پلٹ گئے اور حضرت سرورِ عالم کی غدیری فرمائش کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی پونجی حاصل کی اور بُرا کام کیا۔ اور حضرت سرور عالم نے اپنے انتقال سے پہلے فرمایا تھا کہ دوات اور کاغذ لاؤ تا کہ میں خلافت کے امر کو طے کر دوں اور میرے بعد جو شخص اس کا حقدار ہے اوس کو ذکر کر دوں تو عمر نے کہا کہ انکو چھوڑ دو یہ ہذیان بکتے ہیں ٣ہ امام اہل سنت ذہبی لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سر العالمین

صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب لتتبعن سنن من کان قبلکم جزو ٢٩ صفحہ ٦٠ چھاپہ بمبئی ١٢ منہ ٢ہ تفسیر کبیر جلد ١ صفحہ ٣٢٢ آخر سوال ثانی ١٢ منہ ٣ہ سر العالمین مقالہ رابعہ صفحہ ٩ چھاپہ بمبئی ١٢ منہ

٤ہ بسند صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کلام پروردگار لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (سورہ انشقاق پ ٣٠ آیت ١٩) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے زرارہ کیا فلاں و فلاں و فلاں کے بارے میں اس امت نے یکے بعد دیگرے (انگو نکی راہ) نہیں اختیار کی (بحار الانوار جلد ٧ باب التاویل آیات صفحہ ٢٢٩) علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یکے بعد دیگرے اگلوں کا طریقہ اختیار کروگے! ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے ہونگے تو تم بھی گھسوگے صحابہ نے پوچھا کہ کیا اگلوں سے یہود و نصاریٰ مقصود ہیں فرمایا دوسرا کون مقصود ہے (بحار الانوار صفحہ ٢٢٩) ١٢ منہ

٥ہ امام اہلسنت ابن حجر لکھتے ہیں کہ اولاد تیم (خاندان حضرت ابوبکر) اور اولاد عدی (خاندان حضرت عمر) خاندان حضرت رسول کی دشمن تھی (صواعق محرقہ باب ٣ صفحہ ٣٣ ذکر فضائل شیخین) ١٢ منہ

امام غزالی کی تصنیف ہے لہ اوران سے کے امام سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں کہ بعض
صحابہ حق سے گذر کر حد ظلم اور فسق تک پہونچ گئے تھے اور سبب اس کا کینہ عہ اور فساد اور حسد

عہ (اہل سنت) علامۂ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ میرے استاد ابو جعفر اسکافی نے بیان کیا کہ
کل اہل بصرہ اور کل اہل مکہ اور کل قریش اور اکثر اہل مدینہ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن تھے (شرح نہج البلاغہ
مصنفہ علامہ ابن ابی الحدید جلد ا جزء ۴ صـ۱۹۳) کیونکہ علاوہ اسکے کہ سرداران قریش یعنی خلیفۂ اول و
دوم کے خاندان والے ! قدیم الایام سے خاندان رسولؐ کے دشمن تھے ! اسلامی لڑائیوں میں ان دونوں صاحبوں
اور دوسرے قریشی اور غیر قریشی قبیلوں کے بہت سے عزیز حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں مارے گئے
تھے جس کا غیظ اون لوگوں کے دلوں میں تھا۔ چنانچہ حریز بن عثمان حضرتؑ کو برا کہا کرتا تھا اور لوگوں سے
کہا کرتا تھا کہ اونکے حق میں رحمۃ اللہ علیہ نہ کہو اونھوں نے ہمارے بزرگوں کو قتل کیا ہے (میزان الاعتدال
جلد ا ذکر حریز بن عثمان) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سرور عالمؐ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے
مدینہ میں چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک باغ میں پہونچے میں نے عرض کیا کہ یہ باغ بہت اچھا ہے فرمایا
کہ جنت میں تمہارے لئے اس سے بہتر باغ ہے۔ جب راہ غیروں سے خالی ہوگئی تو حضرتؐ مجھے گلے لگا کر چیخ کر رونے
لگے۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ تمہاری طرف سے لوگوں کے دلوں میں کینے ہیں
جن کو میرے بعد ظاہر کریں گے (ترجمہ ازالۃ الخفاء مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی پدر شاہ
عبد العزیز صاحب محدث دہلوی حصہ اول صـ۳۲۱ ذکر فتنہ) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ
ایک روز حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ رو رہے تھے میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا
کہ لوگوں کے دلوں میں تمہاری طرف سے کینے ہیں جن کو میرے بعد ظاہر کریں گے (شرح ابن ابی الحدید
جلد ا جزء ۴ صـ۲۰۹) امام اہل سنت شعبی اور ابو الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے حضرت
عمر اور خالد بن ولید کو ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ جن میں عبد الرحمن بن عوف بھی تھے حضرت
علیؑ اور زبیر کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ چنانچہ یہ لوگ گئے اور حضرت عمر ایک جماعت کے ساتھ جناب
سیدہؑ کے دولتسرا میں (بغیر اجازت دندناتے) گھس گئے اور حضرت علیؑ پر ٹوٹ پڑے اور کھینچ کر
کھڑا کیا اور ڈھکیلتے ہوئے باہر لائے اور نہایت سختی سے گھسیٹتے ہوئے لے چلے۔ مدینہ میں ہلچل
پڑ گئی گلیاں لوگوں سے بھر گئیں (اور بروایت امام لیث ابن سعد حضرتؑ کے گلے میں رسی باندھکر
دوڑاتے لے گئے ۱۲ شرح ابن ابی الحدید جلد ا صـ۲۹۲ جزء ۶) جناب سیدہ نے جب یہ حالت

لہ میزان الاعتدال صـ۱۳۲ ذکر حسن بن صباح ۱۲ منہ

اور عناد اور ملک و ریاست اور لذت اور شہوت کی خواہش تھی ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳) دیکھی نہایت دردناک آواز سے رونے لگیں اور ہاشمی اور غیر ہاشمی
بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں معصومہ بے چین ہو کر گھر سے نکل پڑیں اور دولتسرا کے دروازہ پر
کھڑی ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر کس قدر جلد تم لوگوں نے حضرت رسولؐ کے گھر کی لوٹ مچادی۔ قسم
خدا کی میں مرتے دم تک عمر سے نہ بولوں گی (شرح ابن ابی الحدید جلد ا جزء ۶ صفحہ ۲۹۳ سطر ۱۳)
نظام (جو متعصب سنی اور دشمن حضرت علیؑ اور دوستدار صحابہ تھے ۱۲ ابن ابی الحدید جزء ۱ ص ۳
وجزء ۶ ص ۳۹) لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے معصومہؑ کے پیٹ پر مارا جسکے صدمہ سے حمل گر گیا اور
حضرت محسن شہید ہوگئے۔ اور حضرت عمر چیخ رہے تھے کہ اس گھر کو مع گھر والوں کے جلا دو (ملل و
نحل شہرستانی برحاشیہ ملل ونحل ابن حزم چھاپہ مصر جلد ۱ ص ۵۷) اور شہادت حضرت محسن
کی وجہ سے جناب معصومہ بیمار ہوگئیں یہاں تک کہ انتقال فرمایا (معارج النبوۃ رکن چہارم
آخر واقعۂ سوم ذکر عقد فاطمہؑ ص ۳۸ چھاپہ مطبع نولکشور لاہور)۔ امام یافعی لکھتے ہیں کہ جناب
فاطمہؑ کے ایک لڑکا اور تھا جس کا نام محسن تھا جس کا حمل گر گیا (مرآۃ الجنان ذکر حضرت فاطمہؑ)
حضرت علیؑ نے بحکم حضرت سرور عالم ان مصیبتوں پر صبر کیا (ملاحظہ ہو تفسیر انوار القرآن
جلد ۱ ص ۸۵۱ سے آخر صفحہ تک)۔ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ میری اولاد
مبتلائے بلا کی جائیگی جماعت اونکی پراگندہ کی جائیگی اور وہ آوارہ وطن کئے جائیں گے۔
(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج مہدی ص ۳۰۹ چھاپہ اصح المطابع لکھنؤ)۔ چنانچہ ظلموں کا
سلسلہ حضرت رسولؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی شروع کر دیا گیا کچھ مارے گئے کچھ آوارہ وطن
کئے گئے۔ کچھ زندہ دیواروں میں چنے گئے اور آج تک یہ بدسلوکیاں جاری ہیں۔

شرح عقائد آخر بحث امامت ۱۲

نجف اشرف میں ایک ایرانی طالب علم شیخ نے مذاق سے مجھ سے کہا کہ کیا ہے کہ ہندوستان
سے جو بھی آتا ہے اپنے کو سید کہتا ہے! اتنے سید ہندوستان میں کہاں سے آئے؟ قبل اسکے کہ میں
جواب دوں نو مسلم خادم مدرسہ تبتی جو وہاں موجود تھا اوس نے کہا کہ اولاد رسولؐ کو آپ لوگوں نے باوجود
مسلمان ہونے کے قتل کرنا شروع کیا وہ بھاگ کر ہندوستان گئے۔ ہم لوگ اگرچہ ہندو تھے لیکن بزرگ
کی اولاد سمجھکر انھیں پناہ دی۔ لڑکی دی۔ زمین دی۔ انکے ہاتھوں پر ایمان لائے پس ایسی صورت
میں سادات وہاں نہ ہونگے تو کہاں ہونگے؟ ایک چھوٹی سی کتاب کنز الانساب مولانا سید

وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۵۳
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ
بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ
ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ اِنَّہٗ
ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۵۴

(الفاظ کے معانی) وَ - اور + اِذْ - جب - جس وقت + اٰتَیْنَا - میں نے دیا + موسٰی - نبی کا نام + کتاب - کتاب + فُرْقَانَ - حق کو باطل سے جدا کرنے والا + لَعَلَّ - تاکہ + کُمْ - تم لوگ + تَھْتَدُوْنَ - سیدھی راہ اختیار کرو + قَالَ - کہا - لِقَوْمِہٖ - اپنی قوم سے + یَا - اسے + قوم - گروہ - جتھا گھرانہ + اِنَّ - البتہ + ظَلَمْتُمْ - تم نے بدی کی + اَنْفُسْ - جانوں + ب - بسبب + اِتِّخَاذ - اختیار کرنے + عِجْلْ - گوسالہ - گائے کا بچہ + ف - پس + تُوْبُوْا - توبہ کرو اِلٰی - طرف + بَارِئ - پیدا کرنے والا + اُقْتُلُوْا - مار ڈالو + ذٰلِکُمْ - یہ + خَیْرٌ - اچھا + عِنْدَ - نزدیک + تَابَ - توبہ کیا - توبہ قبول کیا + عَلٰی - پر - اوپر + ہٗ - وہی + ھُوَ - وہ - وہی + تَوَّابٌ - توبہ کا بہت بڑا قبول کرنے والا + رَحِیْمٌ - مومنوں پر رحم کرنے والا +

(بامحاورہ ترجمہ) اور (اوس وقت کو بھی یاد کرو) جب کہ ہیں نے موسٰے کو کتاب (توریت) اور حق کو باطل سے جدا کرنے والی چیز (یعنی حضرت رسول اللہؐ کے سردار انبیاء اور حضرت علیؑ کے سردار اوصیاء اور باقی ائمہ معصومینؑ کے! سرداران اہل بہشت اور اونکے دوستوں کے بہترین خلق ہونے پر ایمان لانے اور اعتقاد تازہ کرنے کی توفیق دی تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ اور (اوس وقت کو یاد کرو) جب کہ موسٰے نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے

(بقیہ حاشیہ صـ ۹۴) مرتضیٰ علم الہدیٰ طہرانی علیہ الرحمہ کی اس بارے میں بہت اچھی لکھی گئی ہے اوا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سادات کس کس طرح تباہ و برباد کئے گئے ۱۲ منہ

میرے گروہ والو ! تم نے گائے پوجکر اپنے اوپر ظلم کیا۔ پس اپنے پیدا کرنے
کی بارگاہ میں توبہ کرو اور تم میں سے خدا پرست ! گائے پوجنے والوں کو قتل
تمہارے پروردگار کے نزدیک ! تمہارے حق میں یہی اچھا ہے۔ ولپس او
نے توبہ کی) اور خدا نے توبہ قبول کی۔ البتہ وہی (کریم ورحیم) توبہ کا بہت
قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(صرف) اٰتَیْنَا اصل میں اَاْتَیْنَا تھا دوسرا ہمزہ ساکن (جزم والا) تھا
پہلا مفتوح (زبر والا) دوسرے کو الف سے بدل دیا اٰتَیْنَا ہوگیا۔ تَقْتُلُوْنَ
میں تَقْتُلِیُوْنَ تھا ضمہ (پیش) "ی" پر گراں تھا او سکو "د" کو دیدیا اور اوس کا
(زیر) گرادیا۔ اب دو حرف علت ایک ی۔ دوسرا و۔ جن پر جزم تھا اکٹھا ہو
ی کو گرادیا تَقْتُلُوْنَ ہوگیا۔ قَالَ اصل میں قَوَلَ تھا۔ و کے پہلے زبر تھا اس
اوسکو الف سے بدل دیا قال ہوگیا۔ قَوْمِ اصل میں قَوْمِیْ تھا ی کو تخفیف
کے لئے گرا کر م کے زیر کو چھوڑ دیا تا کری کے گرجانے کو بتائے قَوْمِ ہوگیا۔ اِتِّخَاذُ
میں اِوْتِخَاذُ تھا و اور ت۔ ایک جگہ جمع ہوئے و کو ت سے بدل کر دونوں ت کو آپس
ملادیا اِتِّخَاذُ ہوگیا۔ تُوْبُوْا اصل میں اُتْوُبُوْا تھا ضمہ (پیش) و پر گراں تھا اس لئے
ت کو دے دیا۔ ہمزہ لائے تھے تاکہ ابتدا بسکون (پہلے حرف پر جزم) نہ رہے اب جز
باقی نہ رہا اس لئے ہمزہ کو گرادیا تُوْبُوْا ہوگیا۔ تَابَ اصل میں تَوَبَ تھا و کے قبل زبر تھا
اس واسطے اوس کو الف سے بدل دیا تاب ہوگیا۔

(نحو) و حرف عطف۔ اُذْكُرُوْا فعل جو پوشیدہ ہے۔ اَنْتُمْ اوس کا فاعل جو اوسمیں
پوشیدہ ہے۔ اِذْ اسم ظرف مضاف۔ اٰتَیْنَا فعل با فاعل۔ موسےٰ پہلا مفعول۔ کتاب
معطوف علیہ۔ و حرف عطف۔ فرقان معطوف۔ معطوف اور معطوف علیہ ملکر دوسرا مفعول
فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مضاف الیہ۔ مضاف
اور مضاف الیہ ملکر اذکروا کا مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ
فعلیہ انشائیہ ہوکر اذ واعدنا کا معطوف۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل۔ کم ضمیر جمع مذکر حاضر
کی اوس کا اسم۔ تھتدون فعل۔ انتم اوس کا فاعل۔ فعل اور فاعل ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ
ہوکر لَعَلَّ کی خبر۔ لَعَلَّ اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ۔ و حرف عطف۔ اذکروا فعل جو